U33240 Date- 30.12.09

Title - INTIKHAB NADIRAH (MAROOF BA) HIKAYAAT MUSHAYRA -O- MUNAZIRAH

Creator - Murattib Munshi Devi Parshad Bishash

Publisher - Matba Munshi Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1917.

Pages - 120

Subject - Urdu Adab - Intikhab Kalaam Shora-e-Mushayre.

انتخاب نادرہ

(معروف بہ)

حکایات مشاعرہ ومناظرہ

جسمین عمدہ عمدہ معنی خیز وظرافت آمیز لطیفے اور فی البدیہہ فارسی اشعار
شعرائے شیوا زبان وشیرین بیان وعلماء سلف کے درج ہین

مرتبہ ومولفہ

منشی دیبی پرشاد صاحب بشاش مصنف کتب مختلفہ ومنصفہ راج مارواڑ

بار دوم

باضافہ مضامین ونظر ثانی مولف ممدوح

باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپا

۱۹۱۷ء

فہرست کتب مصنفۂ و مؤلفۂ منشی دیبی پرشاد صاحب مؤلف کتاب ہذا

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	آثار الشعراے ہنود۔ سات سو سے زیادہ اُردو گو ہندو شاعروں کا حال و کلام۔	عہ/
۲	میزان عدالت۔ قدیم راجگان و بادشاہان کے تاریخی عدل و انصاف کا مجموعہ۔	۶/
۳	نوشیروان نامہ۔ سوانح عمری نوشیروان عادل۔	۴/
۴	نفائس التواریخ۔ حالات حکماے سلف یونان و مصر و روم و ہند و ایران وغیرہ۔	۴/
۵	جغرافیہ و تواریخ راج مارواڑ۔	۵/
۶	نصیحت نامہ۔ راے بہادر منشی ہردیال سنگھ صاحب۔	۵/
۷	تاریخ تزک ہند۔ مختصر حالات ہندوستان مہابھارت کے بعد سے انگریزی عملداری تک۔	۲/
۸	تفریح الطلبا۔ مفید تعلیم اطفال مروج مدارس گورنمنٹ۔	۳/

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۹	سوانح عمری۔ راجہ بیربل صاحب دانشور اکبر بادشاہ مع تصویر۔	۲/
۱۰	مختصر سوانح عمری۔ اکبر بادشاہ مع تصویر۔	۱/
۱۱	سوانح عمری۔ رانا رتن سنگھ و بکرماجیت و بن بیر با تصویر۔	۳/
۱۲	سوانح عمری با تصویر۔ مہارانا اودے سنگھ بانی شہر اودے پور معاصر اکبر بادشاہ۔	۴/
۱۳	سوانح عمری۔ مہارانا پرتاپ سنگھ والی اودے پور با تصویر۔	[illegible]
۱۴	سوانح عمری۔ راجہ پرتھی راج و پورن مل و راج سنگھ و آسکرن و بھیم و بھارمل و بھگونت داس مع راجگان کچھوا ہا امیر با تصویر۔	۴/
۱۵	سوانح عمری۔ راو مالدیو رئیس اعظم مارواڑ با تصویر۔	۱/
۱۶	سوانح عمری۔ راو بیکا جی خلف راو جودھا جی بانی بیکانیر	۴/

انتخاب نادرہ

رزمانے باسمی شیرازہ الفت مبند	نسخہ آوردہ ام از انتخاب روزگار

شائقین سخن کی خدمت مین آج ایک نادر تحفہ پیش کیا جاتا ہے جو میری
رت العمر کی کتب بینی کا نتیجہ ہے۔ میری عادت قدیم سے یہ رہی ہے کہ جس
تاب مین جو بات پسند آئی لکھ لی اسطرح لکھتے لکھتے ایک بڑا ذخیرہ ہر
یک قسم کی معلومات کا جمع ہو گیا ہے۔ اوسی مین سے یہ خوبصورت گلدستہ بدیہہ گو
شاعرون کی جدت فکر و نزاکت خیال کا ہے مین اسکی زیادہ کیا تعریف
رون سخن سنج ناظرین خود اسکی خوبیون کو سمجھ لین گے اور اون سخن پیوند و
لتہ پرداز حضرات کی شیرین سخنی اور معنی آفرینی کی داد دینگے کہ جنکے کلام سحر نظام
کے سلسلہ سلاست سے اسکا شیرازہ باندھا گیا ہے وہ انتخاب تو کئی گذشتہ سالون مین
ہوا تھا مگر یہ انتخاب نادرہ جو اپنے تاریخی نام سے اسم بامسمی ہے بلکہ اوسی
کا ایک منتخب نسخہ ہے اسی سال سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ہوا ہے اور اس کی فروعات
کی تفصیل معہ تاریخ تسوید درج ذیل ہے۔

انتخاب اول — از تواریخ مرآۃ العالم

انتخاب دوم — از تواریخ فرشتہ

انتخاب سیوم — از مفتاح التواریخ۔ ماہ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء

انتخاب چہارم — از تواریخ روضۃ الصفا اگست ۱۸۷۳ء

انتخاب پنجم — از کتاب محامد حیدریہ — ایضاً

انتخاب ششم — از جلد اول تاریخ قاجاریہ — ایضاً

انتخاب ہفتم — از جلد دویم ناسخ التواریخ ایران ماہ جون ۱۸۷۵ء

انتخاب ہشتم — از خزانہ عامرہ ماہ اگست ۱۸۷۵ء

انتخاب نہم — از تذکرۃ الشکدہ آذر اپریل ۱۸۷۶ء

انتخاب دہم — از تاریخ طبقات ناصری ۱۸۹۵ء

انتخاب یازدہم — از تاریخ گزیدہ ۱۸۸۳ء

سہو و خطا کے لئے تمنا ہے عفو و عطا ناظرین پر فہم و ذکا سے یہ فقط بندہ ذی پرشاد

انتخاب اول از تواریخ مرآۃ العالم

فی البدیہہ ایک دن سلطان طغانشاہ سلجوقی چوسر کھیل رہا تھا ہر چند کہ شش پانسے سے مانگتا تھا مگر سہ یک آتا تھا اس سے بہت رنجیدہ ہوا ازرقی شاعر نے یہ رباعی کہہ کر اس کو خوش کیا۔ رباعی

گر شاہ سہ شش خواست سہ یک نقش فتاد	تا ظن نبری کہ کعبتین داد نداد
آن شش چون نگریست حشمت حضرت شاہ	از ہیبت شاہ روے بر خاک نہاد

فی البدیہہ ادیب شاعر سلطان سنجر کے ندیموں میں سے تھا ایک دن جب کہ برف اور جاڑہ خوب پڑ رہا تھا رشید الدین وطواط اسکے دروازہ پر گیا اور دربان سے سنا کہ وہ گھر میں نہیں ہے تو رشید نے یہ بیت کہکر حاضرین کو سنائی بیت

آنکس کہ برون رود درین روز	غیر از زن غرّ ملتبان بگو دگر کیست

نوٹ انتخاب دوازدہم تواریخ تحفۃ الکرام کا جو ۱۹۰۵ء میں ہوا تھا۔ اس طبع ثانی میں اور بڑھایا گیا ہے فقط

ادیب گھر ہی مین تھا اُسنے غرفہ سے سر نکالکر رشید کو جواب دیا۔

من در حرم سرائے خویشتنم	پیداست کہ در برون در کیست

لطیفہ۔ ابو اسحاق اطعمہ حلاج امیر تیمور کے پوتے سلطان سکندر کے مجالسیون مین سے تھا اُسکی ڈاڑھی بہت لمبی تھی ایکدن کچھ عرصہ بعد بادشاہ کی بزم مین آیا بادشاہ نے پوچھا مولانا کہان رہتے ہو کہا اے سلطان ایکدن تو حلاجی[1] کرتا ہون اور تین دن ڈاڑھی سے روئی نکالتا ہون۔

لطیفہ۔ الف ابدال سلطان آق قوینلو کے مصاحبون مین سے تھا بعد فوت سلطان مذکور کے اصفہان مین رہنے لگا تھا جب شاہ اسمٰعیل صفوی نے اصفہان پر قبضہ کیا اور وہان کے باشندون کو تحصیل زر کے لئے تصدیع دیا تو الف ابدال بھی سزاول شاہی کے پنجہ مین گرفتار رہا سزاول ہر چند اس سے روپیہ مانگتا تھا اور ڈنڈے مارتا تھا مگر وہ یہی کہے جاتا تھا کہ الف ہیچ ندارد[2] جب یہ لطیفہ شاہ کی محفل مین مذکور ہوا اور شاہ نے اوسکو بلاکر پوچھا کہ ہمارے واسطے بھی کچھ کہا ہے تو اُسنے فوراً یہ مطلع پڑھا۔

تاج شاہی کہ شرف بر سر قیصر[3] دارد	ہر کہ این تاج ندارد تن بے سر دارد

شاہ نے فرمایا کہ یہ تو خوف جان سے خوشامد کرتا ہے اسپر اسنے یہ فی البدیہہ کہا۔

درہم حکایتے و نہ جائے شکایت است	شاہے چنین بعصر کسے ہرگز نیامدست

لطیفہ۔ اسیر تخلص مرزا جلال صاحب فضل وکمال تھا اور شاہ عباس ماضی

۱ حلاجی روئی پینجنا ۲ یعنی الف خالی ۳ سلطان روم

ملتمسہ اس کتاب مین اکثر الفاظ و اشعار فارسی کی ترجمہ اس لئے نہین کی گئی ہے کہ اول تو وہ چندان مشکل نہ تھے دوئم بالکل آسان ہو جانے سے طلبا کی طبیعت پر زور نہین پڑ سکتا۔ ۱۲

والی ایران کی دختر اُس سے منسوب تھی۔ جب شاہ صفی تخت نشین ہوا تو اس نے فرط غیرت سے مرزا کو اپنی زوجہ سے جدا رہنے کا حکم دیدیا ایک دفعہ شاہ قزوین مین گیا مرزا کی زوجہ بھی وہان رہتی تھی۔ جب شاہ دوسرے مرزاؤن کے واسطے منزل مقرر کر چکا تو اسیر مرزا جلال سے بولا کہ تم بھی جس جگہ کہ جی چاہے اوتر جاؤ مرزا نے خوش طبعی سے عرض کیا کہ اگر گھر سے بہتر کوئی جگہ ہو تو وہان اترنے کا حکم ہو جاوے شاہ نے ہنسکر اس کو گھر جانے کی رخصت دیدی۔

فی البدیہہ عنایت خان آشنا تخلص شاہ جہان بادشاہ کے امیرون مین سے تھا بادشاہ نے اسکو سرمد برہنہ کے اوضاع و اطوار کی جانچ کرنے کو بھیجا اُسنے دیکھ کر وقت عرض یہ بیت فی البدیہہ کہی۔

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است	کشفے کہ ظاہر است ازو کشف عورت است

لطیفہ اظہری ایک نابینا شاعر تھا اور شیدا جو ایک اور شاعر تھا اُس کے شعرون مین دخل دیا کرتا تھا اسواسطے جس مجلس مین وہ ہوا کرتا تھا۔ اظہری اپنے شعر نہین پڑھتا تھا ایکدفعہ کئی شاعرون نے جمع ہو کر اظہری کو مجبور کیا کہ اپنی منظومات مین سے کچھ سنائے اُس نے کہا کہ اگر وہ گوش شیدا تو یہان نہین ہے انھون نے کہا کہ جو ہین سب آپ کے نیاز مند ہین تب اظہری نے یہ مطلع اور مقطع پڑھا۔

دیدہ را بہر رخ زیبائے تو حیران کردم	عشق در اندر کہ بایں دیدہ چہ احسان کردم
خواہ با اظہری و خواہ بہ بیگانہ گفتگو	ہست آن شعر ہم ترا بر تو نگہبان کردم

شیدا موجود تھا بول اٹھا واہ مخدوم خوب ہی فرمایا ہندی مثل ہے[۱] زن نابینا

[۱] یہ اس ہندی مثل کا ترجمہ ہے اندھے کی جورو کا خدا حافظ

راندۂ انجمان —
لطیفہ اظہری تخلص مرزا ابراہیم ایران کے سیدون مین سے بہت ذکی اور ذہین تھا ایکدن اعتماد الدولہ خلیفہ سلطان مشہور کی محفل مین بھنگ پینے لگا خلیفہ نے بیدماغ ہوکر کہا کہ اے دیوانہ برابر من بھنگ مینخوری اُسنے کہا دو برابر شما

فی البدیہہ اسیر لاہوری کو ایک لڑکے سے محبت تھی ایکدفعہ وہ اسیر کا ہاتھ اپنے چہرہ کے نیچے رکھکر سوگیا۔ جب بیدار ہوا تو پنجہ کا نشان اُس کے عارض پر نمایان تھا اسیر نے دیکھکر یہ مطلع کہا۔

دستش بزیر روئے خود نہادہ خفتہ است	عارضش از نشان آن پنجۂ آفتاب شد

صلہ سخن فہمی بساطی سمرقندی کی بیت رات کو سلطان خلیل کی محفل مین پڑہی گئی سلطان نے نہایت خوشدل ہوکر بزم نشاط آراستہ کی اور بساطی بلاکر بہت کچھ اظہار تلطف فرمایا اور دو ہزار دینار عنایت کرکے اپنے مقربون مین داخل کیا۔

دل شکستۂ پریشان تو ہر گوشہ پیوندش	مشکن مبادا کہ بناگہ شکنندش

کفارہ سخن چینی بنائی شاعر نے جو ہرات مین رہتا تھا ایک قصیدہ امیر علی شیر کی تعریف مین کہا تھا جب اسکا صلہ موافق منشا کے نملا تو اسی قصیدہ کو سلطان احمد میرزا کے نام پر کردیا جو ہرات کے شاہ سلطان حسین بیقرا کے رشتہ دارون مین سے تھا امیر علی شیر اس بات سے ناراض ہوکر درپے آزار بنائی کے ہوا بنائی نے اطلاع پاکر یہ قطعہ موزون کیا

[illegible] فرستم شد	ہر کہ را ابشوہر سہ داد ھم
آنکہ [illegible] عقیق [illegible]	نرد کر قسم [illegible] سہ داد ھم

اہلیہ شیر شادی نہ کرنے سے عنی مشہور ہو گیا تھا اس لئے اس قطعہ کو سنکر اسقدر برہم ہوا کہ بنائی کی جان لینے کا قصد کیا جس سے اس کو گھر بار چھوڑ کر باورالنہر جانا پڑا ۔

صلۂ سخنگوئی ۔ جب ظہوری اور ملک قمی نے مخزن کے جواب میں کتاب بنا کر ایک شتر بار زر عادل شاہ بیجاپوری سے حاصل کیا تو ذہنی شاعر نے جو شاہ کے پاس رہتا تھا یہ رباعی کہی ۔ **رباعی**

در مدح و ثنائیست اے شہنشاہ دکن	سعدی رم و اگر گفتگم سخن
پسند ز بہر یک شتر زر گیرم	خون دو ہزار بیت ابر گردن

عادل شاہ نے اس رباعی کے صلہ میں اس کو بھی اسیقدر روپیہ دیا ۔

شعر کا جواب ۔ رضی دانش شاہجہان کے عہد میں وارد ہندوستان ہوا تھا یہ بیت اسکی مشہور ہے ۔

تاک را سیر دار اے ابر نیسان در بہار	قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

شعرائے ہمعصر نے ہر چند فکر کی ۔ مگر کوئی اس خوبی سے جواب نہ کہہ سکا ۔

فی البدیہہ ۔ سلطان ساہجی نصیحان توران سے امیر حسن تونیان کا مقرب تھا اور سبب اس تقرب کا یہ ہوا تھا کہ ایک دن امیر تیر اندازی کرتا تھا اور اسکا غلام سعادت تیر اٹھا اٹھا کر لاتا تھا سلطان نے اس پر یہ فی البدیہہ اشعار کہکر امیر سے عرض کیے تھے ۔

شہا تیر در بند تدبیر تست	سعادت دوان در پے تیر تست
بعہدت زکس نالہ برخاست	بغیر از کمان در جہان راست
کرو در عہد سلطان صاحبقران	نکردہ کسے زور جز بر کمان
سلطان کو بالفعل بعض نسبت میں ہے ۔	

صلہ بیہ گوئی شاہ کبود جامہ ایک شاعر تھا۔ بادشاہ نے اُس پر خفا ہوکر حکم دیا کہ سر کاٹ لاوین مگر اُس نے سپاہیون کو فریفتہ کرکے یہ بات قرار دی کہ اُس کو زندہ سلطان کے پاس لیجا دین ایک دن جبکہ ایک شاہانہ مجلس آراستہ ہوئی تھی سپاہیون نے شاہ کے حضور مین پیش کیا بادشاہ اُس کو دیکھکر بھڑک اُٹھا اور اُس نے اُن سپاہیون کو بھی سیاست کرنے کا ارادہ کیا شاہ کبود جامہ نے فوراً یہ رباعی کہکر اپنی اور اُنکی جان بچائی۔ ؛ رباعی

من خاک تو در چشم خرد می آرم	عذرست نہ بیکہ نہ زدہ نہ صد می آرم
سر خواستہ بدست کس نتوان داد	مے آیم و بر گردن خود مے آرم

ایضاً شکیبی عبدالرحیم خانخانان کے پاس رہتا تھا اُسکے نام پر ساقی نامہ بھی کہکر اُس نے اٹھارہ ہزار روپیہ صلہ پایا تھا لیکن پھر اُس سے ناراض ہوکر جہانگیر بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایران جانے کی رخصت چاہی بادشاہ نے فرمایا کہ مولوی بایستے کہ بموجب تخلص خود چند روز می شکیبید و از پا نمی کبیدید شکیبی نے زمین ادب چومکر یہ رباعی عرض کی رباعی

گفتی بہ شکیبی کہ زبان بستہ بدی	سیلتے کہ ز جہلہ و عالم بستہ بدی
خدنیست مرا اگر گو کہ این بہتان است	گویند بسگ کہ از دو فا لیبیدی

بادشاہ نے خوش ہوکر یہ رباعی اپنی بیاض خاصہ مین لکھ لی اور اُسکو دہلی کی صدارت عنایت کی ؛

قدر سخن ایک دن سلطان قوام کے بیٹے تیمن نے یہ رباعی جہانگیر بادشاہ کے روبرو پڑھی ؛ رباعی

گر دست کو تہ از طرف دامان بہ بزرد	آب از رخ شہر سلیمان ریزد

گر خاک درست بامتحان افشارند ... از روے عرق جبین شاہان ریزد

اسوقت معتمد خان مؤلف اقبالنامہ جہانگیری نے بھی اسی قبیل سے یہ رباعی عرض کی: رباعی

ہر دم بفراق خود چسانی کہ چہ شد ... خونریزی د آستین فشانی کہ چہ شد
اے غافل ازانکہ تیغ ہجر تو چہ کرد ... خاکم بفشار تا بدانی کہ چہ شد

بادشاہ نے خوش ہوکر دونوں رباعیوں کو اپنی بیاض خاصہ میں قلمبند کر لیا لطیفہ پھر ایک دفعہ غزالی شاعر شیراز میں گیا ان دنوں ایک غزل کی طرح ہوئی تھی غزالی کے دانتوں میں درد تھا اس سے غزل کہنے میں دیر ہوگئی تو عالمی کور شیرازی نے جو لطیفہ گوئی میں جواب نہیں رکھتا تھا یہ قطعہ اس کے واسطے کہا: قطعہ

غزالی آن سخن پرداز کاندر شاعری خود را ... چنان داند کہ شاگردند خاقانی و سلمانش
بشیراز آمد و وقتے کہ شورے در میان افتاد ... پے بہر امتحان تکلیف فرمودند یارانش
بہانہ درد دندان کرد و زان باشد سخن کندن ... اگر خواہد کہ گوید شعر باید کند دندانش

پانچویں لطیفہ فغفوری گیلانی اپنے وطن سے قندھار میں آکر وہاں کے صوبہ دار مرزا غازی ترخان کے پاس رہتا تھا جو اس کے اوپر بہت مہربانی کرتا تھا لیکن ملا مرشدی اور راشدی جو مرزا کے مصاحب تھے اسکے شعروں میں بیجا دخل دیا کرتے تھے اس لیے وہ ناراض ہوکر لاہور میں چلا آیا مرزا نے اسکے چلے جانے سے رنجیدہ ہوکر اسکے بلانے کے لیئے خط لکھا اور مرشدی و راشدی نے بھی اس کے کہنے سے معذرت نامے بھیجے فغفور نے جواب میں انکو یہ رباعی لکھی: رباعی

آن جیفہ کہ در جنگ دو کرگس باشد ... حیف است کہ لوث دامن کس باشد

خر را طلب شاخ زیادت طلبیست ۔ باہکسر خرد و گوش خر بس باشد

لطیفہ ۔ فنائی شاعر نے ایکدن اکبر بادشاہ کے حضور مین کہا کہ یہ تین شین شعر و شمشیر و شطرنج کے کوئی مجھ سے نہین لیگیا ہے بادشاہ نے فی البدیہہ کہا کہ چوتھا شین شیطانی کا بھی ہے ؛

فی البدیہہ ۔ امیرزادہ ابراہیم خردان شاہ نے کاتبی نیشاپوری سے ایک قصیدہ کی فرمایش کی جسکی ردیف گل ہو ۔ کاتبی کہکر سنانے لگا تو امیرزادے نے اُس سے سکونت پوچھی اُس نے قصیدہ کہتے کہتے فوراً یہ شعر پڑھا ؛ ؎

ہمچو عطار از گلستان نشاپورم شدے ۔ خار صحرائے نشاپورم من و عطار گل

اسی اثنا مین امیرزادہ نے باز اپنے ہاتھ پر لیلیا تو کاتبی نے اسکے بارہ مین بھی یہ شعر پڑھ دیا ۔

زہرہ ابریشم دہاز چنگ تا روز وصیل ۔ باز داران ترا بر بلہ بلقبا رہ گل

امیرزادہ نے دس ہزار دینار اس قصیدہ کے صلہ مین عنایت کیے اس عالی ہمت نے وہ سب غریبون کو تقسیم کر دیے دوسرے دن کچھ آدمی اسکے مہمان ہوے تو آٹے کی قیمت بھی موجود نہ تھی اس حالت مین اس نے یہ قطعہ کہا ؛ قطعہ

منعمے تا دست طلب کردم کہ بغراسے پزد ۔ تا شود زان آتش کار ما د مہمان ساختہ

گفت لیکن دنبہ گر یابم کہ خواہد داد آرد[۵] ۔ گفتم آن کو آسیائے چرخ گردان ساختہ

لطیفہ ۔ مرزا کامران والی قندھار جو ہمایون بادشاہ کا بھائی تھا جبکہ اپنے بھائی سے شکست کھاکر ہندوستان مین شیرشاہ کے بیٹے سلیم شاہ کے

۵ بلاد ایک قسم کا آٹا ۱۲

پاس آیا تو پٹھان لوگ اُس کو دربار مین آتا ہوا دیکھکر کہا کرتے تھے کہ سودھو آیا اس سے مرزا کو بہت شرم آتی تھی ایکدن اُس نے سلیم شاہ کے روبرو اُسکے ایک مصاحب سے پوچھا کہ سودھو کرا گویند اُسنے کہا کہ مرد عظیم الشان کو کہتے ہین مرزا نے کہا ہس سلیم شاہ خوش سودھو است سلیم شاہ نے شرمندہ ہو کر منع کردیا کہ پھر کوئی یہ الفاظ نہ کہے۔

فی البدیہہ - ایک دن سلیم شاہ نے مرزا سے شعر پڑھنے کو کہا اُسنے فی البدیہہ یہ مطلع پڑھا -

گردش گردون گردان گردنان گرد کرد — بر سر اہل تمیز این ناقصان را مرد کرد

لطیفہ - ایکدفعہ سلیم شاہ نے بطور مذاق مرزا سے پوچھا کہ کیا تمھاری عورتین بھی مثل تمھارے سر منڈاتی ہین مرزا نے جواب دیا نہین ہماری عورتین تمھاری طرح سر پر بال رکھتی ہین ؛

لطیفہ - طالب کلیم شیدا اور محمد جان قدسی کا ہمسر تھا۔ جبکہ شاہجہان بادشاہ نے قدسی کو روپیون مین تولا تو طالب نے کہا کہ شخصے را کہ از جلق بلند کشید بزر کشید ند آخر وہ بھی روپیون مین تولا گیا -

نقل عجیب - لطف اللہ نیشاپوری کم نصیبی مین شہرت رکھتا تھا - ایکدن فصل بہار مین بڑی محنت سے چند کبوتر اُس کے ہاتھ لگے جنکا اُس نے متنجن پکایا اور ایک شیشہ شراب کا بھی کہین سے لایا اور ایک جوان کے بلانے کو گیا۔ جس سے اُس کو محبت تھی تاکہ اُس کے ساتھ خورونوش کرے مگر یار لوگ اس کی واپسی سے پہلے ہی دیوار پھاندکر اُس باغ مین جا پہونچے اور متنجن کھا کر الگ جا چھپے اور نیچے مین دو زندہ کبوتر ڈالکر سرپوش ڈھک گئے - جب وہ اپنے دوست کو

سے کر آیا اور تشنجن نکالنے لگا تو جون ہی سرپوش کھولا وہ کبوتر مجمر سے اڑ گئے یہ عجیب ماجرا دیکھکر بیچارہ نے نہایت بیتابی سے آسمان کیطرف منہ کیا اور کہا خدایا این خوارق عادت بفرعون و شداد باید نمودن زیادہ ازین ایمان دارم ؛

کہتے ہین کہ ایک دن وہی لطف اللہ ایک عمدہ دستار باندھکر کہین جاتا تھا قضارا آندھی آئی اور وہ دستار اُس کے سر سے اڑا لے گئی بیچارہ آسمان کیطرف دیکھنے لگا جب پگڑی نظر سے غائب ہوئی تو یہ رباعی کہکر صبر کر بیٹھا رباعی

فریاد ز دست فلک بے سر و بن　　کاندر بر من نہ نو گذارد و نہ کہن
با این ہمہ من ہیچ نمے آرم گفت　　گر بد تر ازین کند کہ گوید کہ مکن

فی البدیہہ معزی نسائی معز الدین ملک شاہ کی خدمت مین رہتا تھا اسکا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ ایک دفعہ کے سن لینے سے بڑے بڑے قصیدے یاد کر لیتا تھا کہتے ہین ایکدفعہ سلخ رمضان کو بادشاہ ہلال عید کی تلاش مین تھا کہ ناگاہ اُسکی نظر چاند پر پڑی اور معزی سے کہا کہ کوئی شعر مناسب حال کہے معزی نے اُسی وقت یہ رباعی کہی ؛

اے ماہ نو کمان شہریاری گوئی　　در گوش سپہر گوشواری گوئی
نعلے زدہ از زر عیاری گوئی　　با ابروے آن طرفہ نگاری گوئی

بدیہہ ہائی شیرازی کو شاہ اسمٰعیل صفوی سے دلی محبت تھی ایک دن شاہ نے پوچھا تو اس نے سچ سچ جو حال تھا وہ کہدیا شاہ نے مہربانی فرمائی مگر وقت رخصت ہائی نے بے ادبی کر کے شاہ کی ساق چوم لی چغلخوروں نے طعنہ دے کر شاہ کو اس بات پر مستعد کیا کہ اُس نے

نانی کے سینہ پر ایک تیر مارا۔ نانی نے زخم کھا کر مرتے مرتے یہ شعر کہے:

مرا بظلم بکشتی طریق داد این بود — ز بادشاہی حسن تو ام مراد این بود
سر جدا شدہ از تن بخاک راہ فتاد — سمند ناز تو ہر جا کہ پا نہاد این بود

رباعی امیر علی شیر ۔ امیر علی شیر جو سلطان حسین مرزا والی ہرات کا وزیر اور مرجع ارباب فضل و مربی اہل کمال تھا۔ ملا جامی سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ جب کہ ملا جامی سفر حجاز اور شام سے مراجعت کر کے واپس آئے تو امیر علی شیر نے جو نوائی تخلص کرتا تھا۔ یہ رباعی کہہ کر انکو سنائی:

انصاف بدہ اے فلک مینا فام — تا زین دو کدام خوب تر کرد خرام
خورشید جہانتاب تو از جانب صبح — یا ماہ جہانگیر من از جانب شام

اشعار نامی ۔ نامی تخلص میر معصوم ساکن بھکر اکبر بادشاہ کے امیروں میں سے تھا اُس کو ایک دفعہ بادشاہ نے ایلچی کر کے شاہ عباس کے پاس بھیجا وہ ہندوستان سے۔ ایران تک اثناے راہ میں تمام جگہ پہاڑوں اور مسجدوں پر اپنے شعر کھودتا گیا۔ یہ شعر اُسکے ہیں۔

چون گریہ من دید نہان کرد تبسم — پیداست کہ این گریہ من باعث چیست
وا دید پیام بقاصد من خندہ کنان — ظاہر است از سخن او اثر خندہ ہنوز

میر معصوم کے یہ کتبے مختلف مقامات پر اب بھی موجود ہیں کچھ تو خود میں نے دیکھے ہیں اور کچھ کی نقلیں میرے پاس آئی ہوئی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتبوں کے نیچے اسکے بیٹے میر بزرگ نے میر معصوم کے اشعار لکھائے ہیں اور کچھ عبارت اپنی طرف سے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ ناگور میں جو شیخ حمید الدین ناگوری عرف سلطان التارکین کا مقبرہ ہے اسکے دروازہ پر جانب چپ اندر کی طرف یہ کتبہ میر بزرگ کا ہے۔

عن سلیمان علیہ السلام اعظم المصائب فوت الوقت بلا فائدہ حررہ العبد میر برنگ بن میر محمد معصوم النامی تخلصاً والبکری سکناً و ترمذی اصلاً والحسینی نسباً کان ماذلک فی سنۃ ثمانیۃ والف ۱۰۰۸ اور دوسرے پتھر پر یہ کندہ ہے۔:

نامی بگشا چشم بصیرت دریاب	بنیاد دنیا نہ ہمچو نقشے است بر آب
با تو گویم حقیقت دنیا چیست	بیداری یک زمان و باقی ہمہ خواب

جانب راست اندر کی طرف اوسی دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔

در جهان در نظر دیدہ وران مختصر است	ہر کہ بر یست ز زر چشم طمع دیدہ دوخت
تا تو دیدہ عہد برہ مہر و وفا بربستی	نامی دل شدہ را دیدہ بدیوار و درست

بعد از فتح دکن اعلیٰحضرت بندہ را بجانب عراق رخصت فرمودند العبد محمد معصوم سنہ [illegible] در حین مراجعت از ایران در ملازمت نواب میر معصوم نامی در اینجا رسیدہ و این چند بیت از خمسہ ایشان کہ درینولا باتمام رسانیدہ بودند تحریر نمودہ در سنہ [illegible]۔

از معدن الافکار

بحر ز گرداب تو شد کاسۂ گر	تا نے از جود تو یابد گہر

از حسن و ناز

قرب لعل آن سرچشمہ نوش	شدہ سرگرم چون ذرہ بنا گوش

از اکبر نامہ

گلچینی آن گلستان شدم	سراپا صبا و اردامان شدم

از [illegible] صورت

حسن است در ہم خریدہ او ۔ خوبی گل آفریدہ او

از خمسۂ نحیرہ

ہست بر نامت ابتداے ہمہ ۔ بتو آغاز و انتہاے ہمہ

شہر ناگور کے باہر ایک مزار کے ستون پر یہ کتبہ ہے:

گویند بود فاتحہ را فاتحہ ۔ زان فاتحہ بخش نکہت رایحہ

بر روح گزشتگان فرست اخلاصی ۔ محتاج دعائیم بخوان فاتحۂ

حررہ میر بزرگ ششنہ ہجری

ایک اور ستون پر یہ ابیات نامی کندہ ہین۔

تو خفتہ براہ و کاروان تیز ۔ بنشین و چو گرد باد برخیز

نامی چہ نشستۂ درین راہ ۔ سے نہ قدمے دراز و کوتاہ

جیسلمیر کی مسجد مین درجہ بیرونی پر یہ کتبہ ہے۔

میر معصوم آن سیادت منزلت ۔ ساخت اینجا ز بہر برنا و پیر

سال تاریخش چو جستم از خرد ۔ در زبان گفتہ بناے دلپذیر

جام از مئے عیش تاکہ کام افتادہ ۔ درین مجلس بادہ نا تمام افتادہ

بنگر ز حریفان می و جام افتادہ ۔ مستانہ بخواب سر کدام افتادہ

اے آنکہ تو چون باد صبا ہم گزشت ۔ گر سوئے چمن خرامی و گر سوے دشت

چون زیر زمین جاے تو گردد دانی ۔ تا در تہ خاک بر سر ما چہ گذشت

گویند بود فاتحہ را فاتحہ ۔ زان فاتحہ بخش نکہت رایحہ

بر روح گزشتگان فرست اخلاصی ۔ محتاج دعائیم بخوان فاتحہ

ہان نامی ہان بخویش یکدم پرداز ۔ مردانہ بساز توشۂ رفتن ساز

داری ز رہ پیش و بس رہ دور و دراز ۔ ای کاش امید آمدن بودے باز

زد شیشه چرخ سنگ بر ساغر ما گر دست نه نشسته بود بر افسر ما
خون شد چو انار دانه دل در بر ما اکنون بنگر خاک سیه بر سر ما
ای تازه و تر شگفته مانند گل ایام بقاے زندگانی ما
بنگر سوے اوراق پراگنده گل چون گریه شبنم است چون خنده گل

اندرسے کے درجہ پر

در شهور سنه هزار و هشت هجریه که بندگان خلافت پناهی ظل الهی جلال الدین محمد اکبر بادشاه خلد الله ملکه ابدا نواب سیادت پناه فصاحت و بلاغت دستگاه امیر محمد معصوم النامی تخلصا والبکری منگنا ولد سید صفائی الترمذی آبا و ابن سید شیر قلندر بن بابا حسن ابدال جدا از خدمت قندهار طلب فرموده بودند در حین نزول بدین مقام بنای این بقعه خیر نهادند

حرره العبد میر بزرگ ولد امیر محمد معصوم

نامی بگشا چشم بصیرت دریاب بنیاد زمانه هیچ نقشی است بر آب
با تو گویم که حاصل دنیا چیست بیداری یک زمان و باقی همه خواب
شد بیتو مرا ز ناله کوتاه نفس ∴ بی ناله لب نمی برد راه نفس
از ضعف چنان شدم که اندر دم مرگ بیرون نرود ز بی مدد آه نفس ∴
نامی من ازین دهر پشیمان رفتم ناچیده گلی ازین گلستان رفتم
بودم دو هزار آرزو در دل ریش ناکرده یکی از دو پایان رفتم
ناآمده بودیم درین باغ بگشت چون ابر بروی سبزه چون باد بدشت
چون نرگس پرخمار ناگه از خواب تا چشم گشادیم همه عمر گذشت
قدم بردار نامی وقت کار است که شخص عمر بر سر سوار است

بیا بگذر از این زال جہان نام	کہ ناکامی است از وے حاصل کام
تا می زخرد دوش دلم کرد سوال	کز رفتہ و آئندہ بیان کن احوال
گفتا چہ خبر ز رفتگان نیست اثر	آئندہ چو رفتہ دان چہ می پرسی حال

بندگان حضرت علی بانچی گیری عراق نواب سیادت پناہ ابو امیر محمد معصوم بکری را رخصت نمودند سنہ ہجری ازینجا عازم بکر شدند۔ حررہ میر بزرگ خزانہ کلان علاقہ بیجاپور میں تالاب کے اوپر ایک بڑا ترپولیہ تین در کا ہے۔ اس کے درمیانی دروازہ پر جو بہت اونچا ہے ایک تختی سنگ سفید کی لگی ہے۔ اس میں یہ شعر بہت خوشخط خوشنما کندہ ہے

چندی تو درین خوابگاہ	خیز کہ بسیار دراز است راہ

قائلہ و راقمہ محمد معصوم البکری الثانی ۱۰۱۴

رباعی حسب حال ۔ میر ہاشم تشبیہ درویش مشرب تھا اور برہان پور میں رہا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے شکار گاہ کرارہ میں جو سیر کی جگہ ہے پانی کی چادر گرتی دیکھکر یہ رباعی کہی۔

اے آبشار نوحہ گر از بہر چیستی	چین بر جبین فگندہ ز اندوہ کیستی
آخر چہ درد بود کہ چون من تمام شب	سر را بہ سنگ میزدی و میگریستی

کلام فصیح ۔ مرزا فصیحی ہروی شاہ عباس ماضی والی ایران کا ملک الشعرا تھا۔ اس نے یہ رباعی ایک جوان صاحب جمال کے رخ روشن کی تعریف میں کہی تھی ؞

اے روئے ترا ترجمہ دردین مصحف	وز خال خطت یافتہ تزئین مصحف
یک نقطہ سہو در ہمہ روے تو نیست	گویا بخط مصنف است این مصحف

اشعار حسب حال ظہیر فاریابی قزل ارسلان بادشاہ کی

مدحت گردن مین سے تھا ایک دن سلطان نے اس سے فرمایا کہ اپنی سرخ ریش کے واسطے کوئی فی البدیہہ کہہ کہ جسکا مقطع حسن طلب پر مبنی ہو اُس نے فی الفور یہ اشعار موزون کرکے عرض کیے۔

واعظی بر فراز منبر گفت	کہ چو پیدا شود سراے نہفت
ریش ہاے سیاہ روز امید	باشد اندر پناہ ریش سفید
باز ریش سفید را ز گناہ	بخشد ایزد بریش ہاے سیاہ
مردکے سرخ ریش حاضر بود	دست بر ریش زد چو این بشنود
گفت ما خود درین شمار نہ ایم	در دو گیتی بہیچ کار نہ ایم
بندہ آن سر خروے مظلوم است	لہ کز انعام شاہ محروم است

مدح سلطان - ایک رات ظہیر فاریابی نے یہ رباعی لکھکر اتابک ابوبکر کی خدمتمین پیش کی -

اے وِرد ملائکہ دعاے سر تو	سر بست زمانہ را بجاے سر تو
با دشمن تو نیام تیغ تو بگفت	سر دل من باد فداے سر تو

اتابک نے اس کو ایک ہزار دینار دلواے اس وقت ظہیر نے پھر یہ رباعی کہی ؛

شاہا ز تو کار دین بالنسق است	وز عدل تو جان فتنہ را یک رمق است
در عہد تو رافضی و سنی باہم	کردند موافقت کہ بوبکر حق است

انتخاب دویم از تاریخ فرشتہ

تفریح سلطان - ایک رات سلطان محمود نے حالت مستی مین ایاز کو حکم دیا کہ اپنی زلفین کاٹ ڈالے صبح ہی اس کو زلف بریدہ دیکھکر

لہ ظہیر کا انتقال ۵۹۸ھ مین ہوا ظہیر فاریابی کے دیوان کی تعریف مین کسی شاعر نے کہا ہے دیوان ظہیر فاریابی ؛ از کعبہ بدزد گر بیابی -

اپنے فعل سے بہت پشیمان ہوا بار بار اُٹھتا تھا اور بیٹھتا تھا۔ کسی کو کچھ عرض کرنے کی تاب نہ تھی۔ آخر وزیروں نے عنصری کو اندر بھیجا۔ سلطان نے اسکو دیکھتے ہی فرمایا کہ تو دیکھتا ہے کہ مجھے کیا پیش آیا ہے اس بارہ مین کچھ کہہ۔ عنصری نے فوراً یہ رباعی عرض کی:

امروز کہ زلف یار در کاستن است	چہ جای بغم نشستن و خاستن است
روز طرب و نشاط و می خواستن است	کاراستن سرو ز پیراستن است

سلطان نے خوش ہو کر عنصری کا منہ تین دفعہ جواہرات سے بھرا اور گویّون کو بلا کر خوش شوقی سے شراب نوشی کی۔ عنصری کا واقعہ ۴۳۱ہجری مین ہوا۔

دوستانہ سوال جواب۔ ہمایون بادشاہ نے جب کابل فتح کی تھی تو ایک خط بیرم خان کے پاس بھیجا اور اسکے حاشیہ مین یہ رباعی فی البدیہہ لکھکر دی:

ای آنکہ سفر بر خاطر محزونی	چون طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو نیست زمانے بسر گرن	آیا تو بیاد من محزون چونی

بیرم خان نے جواب مین یہ رباعی لکھی۔

ای آنکہ ہدایت سایۂ بیچونی	از مہر چہ ترا وصف کنم افزونی
چون سے دانی کہ بے تو چون میگذرد	چون میپرسی کہ در فراقم چونی

لطیفہ۔ ایک دن ہمایون بادشاہ اور مرزا کامران دونون بھائی سوار ہو کر لاہور مین کہین جاتے تھے ایک کتا نظر آیا کہ پاؤن اوٹھا کے ایک قبر پر پیشاب کر رہا ہے۔ مرزا نے کہا الٰہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبر رافضی کی ہے بادشاہ نے کہا ہان شاید یہ کتا بھی سُنی ہو۔

جواب باصواب۔ جن دنون کہ مرزا کامران والی کابل تھا۔

ہمایون بادشاہ نے قندھار سے لشکرکشی کی مرزا طول محاصرہ سے عاجز آکر ایک دن سر شام شہر سے نکل گیا۔ چند عرصہ بعد جب ہمایون بادشاہ بدخشان کو چلے گئے تو علی الصباح بجسارت تمام پھر کابل میں داخل ہوگیا اور حاجی محمد عسس سے جو بابر بادشاہ کا مسخرہ تھا پوچھا کہ چون رفتم و آمدم حاجی نے جواب دیا کہ اول شب رفتی و بامداد آمدی اور یہ بیت پڑھی:-

صبح امید کہ بد معتکف پردہ غیب	گو برون آی کہ کار شب تار آخر شد

لطیفہ و تردید شاہانہ جب کہ بہادر شاہ گجراتی قلعہ چتوڑ سے لڑ رہا تھا ہمایون بادشاہ اسکے اوپر لشکرکشی کیا چاہتے تھے اور یہ دو بیت لکھ کر اسکے پاس بھیجی تھیں

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور	کافران را بجو ستمگری
بادشاہے رسید بر سر تو	تو نشستہ چتور ستمگری

بہادر شاہ نے جواب میں گستاخی کرکے یہ قطعہ لکھا:

منکہ ہستم غنیم شہر چتور	کافران را بجو ستمگرم
ہر کہ بکند حمایت چتور	تو ببین کش چہ طور میگیرم

انتخاب سوئم از مفتاح التواریخ

استغنائے اولیا۔ نقل ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی نے شیخ عبد القادر جیلانی[1] کو لکھا کہ اگر حضرت مہربانی کرکے اس طرف کو متوجہ ہوں تو ملک نیمروز درویشوں کے لنگر اور خانقاہ کے لیے وقف کیا جاوے۔ شیخ نے جواب میں یہ قطعہ لکھ بھیجا:-

[1] تاریخ گزیدہ میں بجائے عبد القادر کے شیخ احمد غزالی برادر امام محمد غزالی کا نام لکھا ہے ۱۲

چون چتر سنجری رخ بختم بود سیاہ	با فقر گر بود ہوس ملک سنجرم
تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب	صد ملک نیمروز بیک جو نمیخرم

قران سبعہ سیارہ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ مین ساتون ستارے برج میزان مین جمع ہوئے تھے ظہیر فاریابی نے اُس بارہ مین کہا تھا ؛

اقتران اختران دانی کہ در میزان چرا	خود نگو دانی کہ این خدمت بشکر کردہ اند
از برای قیمت یکذرہ خاک پای تو	نقد ہفت اقلیم عالم در ترازو کردہ اند

تعریض کہتے ہین کہ انوری شاعر نے اس قران کے حکم لگانے مین سب نجومیون سے پیش قدمی کرکے کہا تھا کہ پہلے نوح کے عہد مین ساتون ستارون کا قران برج سرطان مین ہوا تھا اور یہ برج آبی ہے اسلیے جب تو طوفان عظیم آیا تھا اور اب ہوا کا طوفان آویگا۔ جو عالم کو برباد کر دیگا کیونکہ میزان برج بادی ہے۔ لوگون نے اس حادثہ کے خوف سے تہ خانے بنا لیے تھے اور اپنا مال و متاع اُن مین رکھدیا تھا۔ لیکن ان دنون مین اتنی بھی ہوا نہ چلی کہ جو کسی چراغ کو گل کرے انوری کو اس امر سے سلطان کی نظر مین بہت خفت عائد ہوئی اور فرید کاتب نے اُسدن یہ دو بیت نظم کین۔

گفت است انوری کہ سبب بادہای سخت	ویران شود عمارت و کہسار بر سری
در روز حکم او نہ وزیدست ہیچ باد	یا مرسل الریاح تو دانی و انوری ؛

تسکین سلطان کہتے ہین کہ جب سلطان سنجر ماورالنہر کی مہم سے شکست کھا کر آیا تو بہت ملول اور آزردہ خاطر دریائے جیحون کے کنارہ پڑا و تھا فرید کاتب اُس کے سامنے کھڑا تھا اُس سے کہا کہ ہے

فرید دیکھتا ہے مجکو کیا ماجرا پیش آیا ہے ۔ اسبارہ مین کچھ کہہ کہ میری تسلی ہو
فرید نے فی البدیہہ یہہ کہا :

شاہا ز سنان تو جہانے شد راست	تیغ تو چہل سال ز اعدا کین خواست
گر چشم بدی رسید آن ہم ز قضا است	کانکس کہ بیک حال بماند است خدا است

شاہ کو تسلی ہو گئی اور اُس نے فرید کے حال پر بہت مہربانی کی ۔

سوال جواب ۔ ایک دن ملک الفضلا شین الدین نے یہہ رباعی
اپنے بیٹے امیر محمود کو لکھکر بھیجی ۔

دارم ز عتاب فلک بوقلمون :	وز گردش روزگار حس پرور دون
چشمے چو کنارۂ صراحی ہمہ اشک	جانے چو میان شیشہ لبالب ہمہ خون

امیر محمود نے جواب مین لکھا **رباعی**

دارم ز جفائے فلک اختر گون	ہر آہ دے کہ سنگ از و گردد خون
ہر روزے ہزار غم بہ شب مے آرم	تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیرون

سوال جواب سلاطین ۔ لکھتے ہین کہ شیراز کے بادشاہ محمد مظفر کے
دو بیٹے تھے ایک کا نام شاہ شجاع تھا اور دوسرے کا شاہ محمود ۔
شاہ شجاع نے بیباکی سے اپنے باپ کو اندھا کر کے سلطنت سے
معزول کیا اور بھائی کو اصفہان کی حکومت دے کر آپ باپ کی
جگہ بیٹھ گیا ان دونون بھائیون مین ملک کے واسطے بہت سی لڑائیان
ہوئین ۔ شیخ اویس نے جو بغداد کا بادشاہ تھا اپنی بیٹی شاہ محمود کو دی اور
شاہ محمود اُس کی مدد سے شیراز پر قابض ہو گیا جب کہ وہ اپنے خسر کا
لشکر لیکر شیراز پر حملہ کرنے کو آتا تھا ۔ تو شاہ شجاع نے یہہ قطعہ
لکھکر اُس کو بھیجا تھا :

منم کہ نوبت آوازہ صلابت من … چو صیت ہمت من در بسیط خاک فتاد
چو مہر تیغ گزار د چو صبح عالمگیر … چو عقل راہ نما و چو شرع نیک نہاد
کمال خسروئیم از حیلہ کسان ایمن … ہمای ہمتم از رشتۂ گسان آزاد
نبرده عجز بدرگاه ہیچ مخلوقے … کہ بر بنای توکل نہادہ ام بنیاد
بہیچ کار جہان بر رہے ذل نیاورده ام … کہ آسمان در دولت بروی من بکشاد
تو خصم و خوے پدر گیرای برادر من … کہ شوہریست نیاید ز دختر دل شاد
مکن مکن کہ پشیمان شوے بآخر کار … کہ کرد چہ سبب زور لشکر بغداد

اور سلطان ادریس کو یہ قطعہ لکھ کر بھیجا ؎

ابو الفوارس دوران منم امان امان … کہ نسل مرکب من تاج قیصرست و قباد
پدر تو جان پدر بیجان پدری کوش … کہ خواہریست نہ آید ز مادر دلشاد

شیخ ادریس نے جواب یہ لکھا

زیادتے کہ برادر ما ونقص ہمدوشی … شنیدہ ایم چو تو از مادر زمانہ نزاد
زدا فضلان دبزرگان ہر انا دمان … کسے بمدح بزرگی خود زبان نکشاد
شنیدہ ایم فلان در زمین محترمی … کتاب نظم و توارخ نثر بر استاد
شنیدہ ام … … … … … کسے کہ چشم پدر کور کرد و مادر زہ

منشا ء فتنہ شاہ شجاع … … محمود سولہ برس شیراز میں قابض رہ کر مر اشاہ شجاع اس وقت … … تھا۔ اس نے بھائی کے مرنے کی خبر سنکر یہ قطعہ کہا ؎

محمود برادرم شہ شیر کمین … میکرد خصومت از پئے تاج و نگین
کردیم تقسیم تا یابد خلق … او زیر زمین گرفت و من روئے زمین

… … … … شیخ ادریس کی بندہ کہتا تھا۔ اس سے یہ قطعہ … کر شاہ شجاع کو

جواب لکھا۔

اے شاہ شجاع ملت و دولت و دین	خور جہان وارث محمود یمین
در روے زمین اگرچہ ہستی دوست و نہ	باید کہ بہم رسید در زیر زمین

نقل عجیب۔ غیاث الدین بادشاہ بنگالہ ایک دفعہ بیمار ہوا۔ اس نے غایت ناامیدی سے یہ وصیت کی۔ کہ اگر میں مر جاؤں تو میری تین سکھیں جنکا نام سرو گل اور لالہ ہے مجھکو غسل کرائیں۔ مگر اتفاقات سے اچھا ہوگیا۔ اور دوسری عورتوں نے حسد سے ان تینوں کا نام غسالہ رکھدیا۔ بادشاہ یہ سنکر ہنسا اور کچھ فکر کرکے یہ بیت موزون کی:

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود

پھر ہر چند کہ طبع آزمائی کی مگر اس قافیہ پر غزل نہ کہہ سکا۔ ناچار ایک شخص کو کچھ تحفہ دیکے حافظ کے پاس شیراز میں بھیجا اور غزل کی فرمایش کی۔ حافظ نے فی البدیہ یہ غزل کہکر اسکو بھیجدی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
مے دہ کہ نوعروس چمن حد حسن یافت	کار این زمان ز صنعت دلالہ می رود
شکرشکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طے زمان ببین و مکان در سلوک شعر	کین طفل یکشبہ رہ یکسالہ می رود
از رہ مرو بعشوۂ دنیا کہ این عجوز	مکارہ می نشیند و محتالہ می رود
این چشم جادوانہ عابدفریب بین	کش کاروان سحر بدنبالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین	غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

قدردانی۔ غزالی شاعر جب مشہد سے ہندوستان آیا۔ تو اس کی

چندان قدر نہ ہوئی۔ علی قلی بیگ خان زمان نے جو اکبر بادشاہ کے
امرائے عظام سے تھا یہ سن کر کئی گھوڑے اور ایک ہزار روپیہ
نقد اس کے پاس بھیجے اور یہ قطعہ بھی جو فی البدیہہ کہا تھا لکھا:۔

اے غزالی بحق شاہ نجف	کہ سوئے بندگان بیچون آئی
چونکہ بیقدر گشتۂ آنجا	سر خود گیر و زود بیرون آئی

سرخود سے کہ حرف نخین ہے اشارہ ایک ہزار روپیہ بھیجنے کا تھا۔
غزالی نے خانزمان کے نام پر ایک نظم نقش بدیع نام لکھی اور اس
کے صلہ میں فی شعر ایک طلائی (اشرفی) پائی:۔

فی البدیہہ۔ ماہ محرم ۱۰۲۸ھ میں دمدار ستارہ طلوع ہوا تھا اور
نورجہان بیگم نے اس کے بارہ میں یہ بیت خوب کہی تھی:۔

ستارہ نہ باین طول سر برآوردہ	فلک بشاطری بستہ کمر برآوردہ

فی البدیہہ۔ ایک دفعہ سلخ رمضان کو جہانگیر بادشاہ نے جو شراب
کے بہت شوقین تھے چاند دیکھکر یہ مصرعہ موزون کیا۔

ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد

بیگم نے فوراً دوسرا مصرعہ کہا   کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

فی البدیہہ ایک دن بادشاہ کے پیراہن میں لعل کا تکمہ دیکھ کر بیگم
نے یہ شعر کہا۔

ترا نہ تکمہ لعل است بر لباس حریر	شدہ است قطرۂ خون منت گریبان گیر

ایضاً۔ بعد چند روزہ فراق کے ایک دفعہ جو بادشاہ سے ملاقات
ہوئی تو بیگم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بادشاہ نے فی البدیہہ کہا

گوہر ز اشک چشم تو غلطیدہ می رود:۔

بیگم نے فی الفور جواب دیا۔

آبے کہ بے تو خوردہ ام از دیدہ می رود

ایضاً۔ ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ نے خفا ہو کر طالب آملی ملک الشعرا کو قید کر دیا۔ اس نے زندان مین سے یہ بیت بیگم کو لکھی۔

ز شرم آب شدم آب را شکستے نیست	بحیرتم کہ مرا آبروی از چہ شکست

بیگم نے فی البدیہہ لکھ بھیجا کہ ع بست و شکست۔

مطائبہ۔ مسماۃ مہری نور جہان بیگم کی سہیلیون مین سے تھی۔ ایک دن بالا خانہ پر بیگم کی خدمت مین حاضر تھی کہ اس کا شوہر خواجہ حکیم دور سے پیدا ہوا۔ بیگم نے اس کو بلایا۔ وہ جلد پہونچنے کے واسطے اول جلول طور سے سر اٹھانے لگا۔ بیگم صاحب نے مہری سے کہا کہ تو اس چال کا حال نظم کر سکتی ہے۔ اس نے فوراً اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہا:

مرا با تو سر یاری نماندہ	بجز مہر و وفاداری نماندہ
ترا از ضعف پیری قوتے نیست	چنانکہ پائے برداری نماندہ

بیگم ہنسی اور ایک معقول صلہ بخشا۔

رباعی لاجواب۔ مسماۃ نہانی والدہ شاہ سلیمان کے ہم نشینون مین ایک نازک خیال عورت تھی اور صاحب جمال بھی بڑے بڑے آدمی اس کی خواستگاری کو ہر طرف سے آتے تھے اور اس نے یہ رباعی لکھ کر بازار مین آویزان کر دی تھی کہ جو کوئی اس کا جواب کہیگا۔ وہی اس کا شوہر ہوگا:

از مرد برہنہ روئے زر میطلبم	از خانہ عنکبوت پرسے طلبم
من از دہن مار شکر می طلبم	وز بیشہ مادہ شیر نر میطلبم

مگر کسی سے اسکا جواب نہ بن آیا۔

مناظرہ کا شعرا۔ مسماۃ بزرگی ایک طوائف کشمیر کی تھی - جہانگیر بادشاہ کے عہد میں اپنا پیشہ چھوڑ کر کنج قناعت میں بیٹھ گئی ایک دن چار شاعر اس سے ملنے کو گئے لیکن اس نے اُن کو اندر نہ بلایا پیچھے سے ایک عرب بچہ آیا اور سلام کہلا بھیجا بزرگی نے اُس کو اندر بلا لیا۔ اس پر یہ شاعر خجل ہی تو گئے اور ایک نے جو زیادہ جلے تن اور بگڑے دل تھا فوراً یہ رباعی کہی اور بزرگی کو لکھ بھیجی؛

اے شیوہ کفر و دین بہم ساختہ	عمرا بوجود تو عدم ساختہ
انکار بزرگی ز جبینت پیداست	کہ با عرب و گر بعجم ساختہ

بزرگی نے اسکے جواب میں فی البدیہہ بیت موزون کی اور یہ لکھ بھیجی رباعی

رو شکر نہادیم دین پا و قدم را	گفتیم ملاحت عرب را و عجم را

لطائف زن و شوہر۔ لونی ایک عالی فہم اور خلیق عورت تھی اس کا شوہر ملا بقائی بھی شاعر اور ظریف تھا - دونوں میں خوب خوب نوک جھونک ہوتی تھی - ایک دن بقائی نے یہ رباعی کہی؛

یاران ستم تیز رسے گشت مرا	گاہ الف شد چو سی از پشت مرا
گر پشت بسوئے او رسے خواب کنم	بیدار کند بضرب انگشت مرا

لونی اُن کو فوراً جواب دیا۔

ہم خوابگی ست رسے گشت مرا	ہر روزی بود از رہ بجز پشت مرا
تو ست تو چنانکہ پا توانہ برداشت	بہتر بود از پشت دو صد مشت مرا

ہجو و ہجا — ملا شیدا شعرائے پایہ تخت شاہجہان بادشاہ سے بہت شوخ طبع اور بیباک آدمی تھا اور شاعروں کی ہجو کیا کرتا تھا

اور ہجو بھی بہت مزیدار. جیسا کہ امر اللہ نامی شخص کی ہجو مین جو متہم بفعل[سلہ]
تھا یہ شعر اُس کا مشہور ہے۔

نہ تنہا من ہمیگویم کہ امر اللہ مفعول است ❊ خدا فرمودہ در قرآن کہ امر اللہ مفعولا

ایضاً اور جہانگیر بادشاہ کے ملک الشعرا طالب آملی کی ہجو مین کہا تھا

رباعی

شب در روز تخند در ہم با طالبا ❊ پے جیفہ دنیوی در تگ است
گر قول پیغمبرش باور نیست ❊ کہ دنیا است مردار و طالب سگ است

سرمد کی تحریر لکد۔ عالمگیر بادشاہ نے جو سرمد کو شاعرین علما کے
فتوی سے قتل کرایا وجہ اُسکی یہ رباعی تھی۔ جو سرمد نے کہی تھی۔

آنکو کہ سر حقیقتش باور شد ❊ خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک ❊ سرمد گوید فلک باحمد در شد

جب کہ جلاد نے سرمد کی آنکھون پر پٹی باندھنا چاہا تو سرمد اُس کی
طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا تو بہر صورتے کہ مے آئی من ترا می شناسم
اور اخیر وقت پر یہ بیت کہی۔

عریانی تن بود غبار رہ دوست ❊ آن نیز بہ تیغ از سرما وا کردند

مذمت چیلہ سعید خان قریشی ساکن ملتان سلطان مراد بخش کے
ندیمون مین سے تھا ایک دن سلطان کے حجرے کو جانے لگا تو
چیلہ نے جو غسل خانہ کا داروغہ تھا۔ اندر نہین آنے دیا سعید خان
نے اسی وقت یہ رباعی موزون کی اور سلطان کے پاس بھیجی۔

اے شاہ جنابت چو جناب اللہ است ❊ ہر حکم تو چون حکم کتاب اللہ است
این چیلہ چرا قفل مثال در [illegible] ❊ ابلیس صفت مانع باب اللہ است

سلہ [illegible] ۱۰۲۱

قربانی گوسفند۔ ایک دفعہ عید اضحٰے کے دن شاہزادہ سلطان مراد بخش نے ایک بکری اپنے ہاتھ سے ذبح کی اس کی آنکھیں کھلی رہی تھیں۔ سلطان نے ان کو دیکھکر شیخ قریشی یعنے سعید خان کی طرف نگاہ کی شیخ نے فوراً یہ شعر کہا۔

عید قربان است میخواہیم کہ قربانت شوم	تا بچشم گوسفند کشتہ حیرانت شوم

اور یہ شعر بھی اوسی کا ہے۔

مشکل بود بکوے تو دیگر نشست ما	پیچیدہ است زلف تو بر شکست ما

لطیفہ۔ جب کہ عظیم الشان پسر بہادر شاہ اعظم شاہ سے لڑنے کو آیا تو کسی نے مرزا ایزد بخش[1] رسا سے جو عالمگیر بادشاہ کا منشی تھا کہا کہ بلائے عظیم می آید اس نے جواب دیا کہ اسم اعظم دفع خواہد ساخت

ظرافت۔ نواب عمدۃ الملک امیر خان ایک ظریف آدمی تھا سنہ ۱۱۴۸ ہجری میں جو نواب قمرالدین خان وزیر اور نواب خاندوران خان بخشی مرہٹہ کی مہم پر گئے اور کچھ کام نہ کرکے واپس آگئے تو امیر خان نے یہ تاریخ دو زبانوں میں کہی۔

رفتند بر مرہٹہ خوردند ہر دو گوہ	تاریخ گفت ہاتف بخشی وزیر ادہ

ذومعنی۔ دوسری دفعہ نواب خاندوران گیا اور بھاگ آیا تو امیر خان نے یہ ہندی مصرعہ کہا "نواب آئے ہمارے بھاگ آئے"۔

طعن وطنز۔ ایک دن نواب برہان الملک سعادت خان اور

[1] تاریخ انکشاف المخلوق میں لکھا ہے کہ مرزا ایزد بخش رسا کو صرف اسی لطیفہ کے کہنے پر فرخ سیر نے جو عظیم الشان کا بیٹا تھا۔ بعد بادشاہ ہونے کے بلا یا اور ایک ایک بال اکھڑوا کر ستون سے باندھا اور بڑی خواری سے مارا اس کا مقبرہ آگرہ میں واقع ہے۔

امیر خان محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین حاضر تھے نواب برہان الملک نے امیر خان پر طعن کرکے کہا۔

پسر نوح با بدان بنشست	خاندان نبوتش گم شد

یعنے تو شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد مین ہوکر ایسا نامعقول مذاق رکھتا ہے امیر خان نے جواب مین کہا بات سچ ہے۔

سگ اصحاب کہف روزے چند	پئے نیکان گرفت مردم شد

یعنے تو گمنام ہوکر بھی اس مرتبہ پر پہونچا

ستم ظریفی۔ ایک دن نواب بہادر جاوید خان خواجہ سرا نے محمد شاہ سے عرض کی کہ قبلۂ عالم کیا خوب یہ سجع مین نے سعدی شیرازی کے اقوال سے اپنے نام کے واسطے تجویز کیا ہے۔

دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست

امیر خان حاضر تھا بول اٹھا کہ دوسرا مصرع بھی نقش کرنا چاہیے تھا۔

کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

ذکر خیر و ذکر خر مین غلطی ہے یعنے خواجہ سرا کے نہ بیٹا ہوتا ہے نہ بیٹی اسکے مرنے کے بعد ذکر خر اس کے نام کو زندہ رکھیگا۔

انتخاب چہارم از تواریخ روضۃ الصفا

مباحثۂ شعرا۔ جبکہ سلطان سنجر سلجوقی نے سنہ ۵۴۲ ہجری مین اپنے باغی امیر اتسز خوارزم شاہ پر لشکر کشی کرکے ہزار اسپ کا قلعہ گھیر تو انوری شاعر نے یہ قطعہ لکھ کر گزرانا۔

۱؎ امیر خان ۱۱۵۹ھ مین بادشاہ کے اشارہ سے دیوان خانہ مین مارا گیا۔

اے شاہ جہان ملک جہان حسب تست | وز دولت اقبال شہی کسب تراست
امروز بیک حملہ ہزار اسپ بگیر | فردا خوارزم با ہزار اسپ تراست

رشید الدین وطواط قلعہ میں تھا۔ اس نے انوری کے جواب میں یہ بیت ایک تیر پر لکھ کر سلطان سنجر کے لشکر میں پھینکی۔

گر خصم تو اے شاہ شود رستم گرد | یک خر ز ہزار اسپ تو نتواند برد

جان بخشی بصلہ سخن۔ جب قلعہ فتح ہوا تو سلطان سنجر نے حکم دیا کہ وطواط کو پکڑ کر سات ٹکڑے کر ڈالیں۔ وطواط کے مقربان بارگاہ سلطنت کا وسیلہ اٹھا کر عرض کرایا کہ وطواط ایک مرغ ضعیف ہے اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اس کے ہفت پارہ کریں۔ ہاں اگر اسے عالی اقتضا کرے۔ تو دو پارہ کر ڈالیں بادشاہ ہنسا اور اس کے خون سے درگزرا۔

مناظرہ سلاطین۔ جب کہ سلطان شاہ بعد وفات اپنے پدر ایل ارسلان ولد اتسز کے خوارزم کے تخت پر بیٹھا۔ اور تکش خان جو بڑا بھائی اور ضلع جند کا حاکم تھا۔ برسر مخالفت ہو کر میراث پدری کا ترکہ مانگنے لگا۔ تو سلطان شاہ نے لطافت طبع سے یہ دو شعر بھائی کے پاس بھیجے۔

ہر کہ بسمند عزم من پویہ کند | دشمن ز نہیب تیغ من مویہ کند
انجا برسول و نامہ بر ناید کار | شمشیر دو رویہ کار یکرویہ کند

تکش کا بیٹا ملک شاہ اچھا شاعر تھا۔ اس نے اپنے چچا کے جواب میں یہ رباعی لکھ کر روانہ کی۔

صد گنج ترا خنجر بران مارا | کاشانہ ترا مرکب میدان مارا
خواہی کہ خصومت از میان برخیزد | خوارزم ترا ملک خراسان مارا

سلطان شاہ نے یہ رباعی سنکر پھر دو بیت اپنے بھتیجے کو لکھ بھیجیں۔

اے جان من این غم رہ سوا گیرد ✤ وین قصہ نہ در شمانہ در ما گیرد
تا قبضۂ شمشیر کہ پالا ید خون ✤ تا آتش اقبال کہ بالا گیرد

کارنامہ سلاطین۔ سنہ ۵۹۶ھ میں جب تکش خان سلطان شاہ کو نکال کر خوارزم کے تخت پر بیٹھا۔ اور شاعروں نے اُس کے جلوس کی تہنیت میں عمدہ عمدہ قصیدے کہے تو رشید وطواط کو جس کی عمر اُس وقت اسّی سال سے متجاوز تھی ایک ڈولی میں بٹھا کر درگاہ میں لائے اُس نے عرض کیا کہ آج ہر ایک شخص نے بقدر اپنی لیاقت کے مبارکباد جلوس بادشاہی میں قصیدے اور رسالے ترتیب دیے ہیں اور میں بوجہ کبر سن اور ضعف پیری کے ان دو بیتوں کے عرض کرنے پر قناعت کرتا ہوں ؎

جدت ورق زمانہ از ظلم بشست ✤ عدل پدرت شکستہا کرد درست
اے بر تو قبائے سلطنت آمدہ چست ✤ ہان تا چہ کنی کہ نوبت دولت تست

فی البدیہہ۔ ایک دن سلطان محمد خوارزم شاہ نے اثنائے سرخوشی میں یہ بیت موزوں کی۔

در رزم چو آہنیم و در بزم چو موم ✤ بر دوست مبارکیم و بر دشمن شوم

اور شیراز کے حاکم اتابک سعد کے ایلچی سعد کو دوسری بیت کہنے کے واسطے اشارہ کیا۔ اُس نے کہا۔

از حضرت ما برند انصاف بشام ✤ و ز ہیبت ما برند زنار بروم

سلطان نے تعریف کر کے اُس دن اِس ترانے کے اوپر شراب نوشی کی

مشاعرہ ہمسرانہ۔ ایک دفعہ مجد الملک نے جو بقا خان کے

وزیر شمس الدین سے عداوت رکھتا تھا۔ یہ دو بیت موزون کی۔

در بحر غمم تو غوطه خواهم خوردن ۔ یا غرق شدن یا گوهرے آوردن
کارے که تو کرده ای خطر هست درو ۔ یا رو سرخ بدان سرخ کنم یا گردن

وزیر نے جواب یون کہا۔

هر چو چو ببرشاه نه شاید بردن ۔ بس غصهٔ روزگار باید خوردن
این کار که در میانش خود داری ۔ هم روے بدان سرخ کنی هم گردن

لطیفه ۔ سہی عبد الملک سلطان احمد خان کے عہد میں کسی خیانت کا ملزم ہو کر مارا گیا۔ اور اس کے عضو کاٹ کاٹ کر لوگ ولایت دور دست میں لے گئے۔ خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کے بھائی علاء الملک نے اس واقعہ کی یادگار میں کہا ہے۔

روزے دو سه بود بر شتر تیز رو نه شد ۔ جو سرد و مال و توقیر شدی
اعضائے تو هر یکے گرفته اقلیمے ۔ بالجمله بیک هفته جهانگیر شدی

کہتے ہیں کہ اس کا ایک ہاتھ عراق میں پہونچا تھا۔ جس کے بارے میں بہاء الدین جامی نے کہا۔

می خواست که او دست ستاند ز فلک ۔ دستش نه رسید لیک دستش برسید

لطیفه ۔ مولانا سعد الدین تفتازانی قریة الرجال تفتازان کا رہنے والا تھا۔ اور تفتازان علاقہ نسا ملک خراسان سے متعلق تھا۔ اس لئے ایک دن ایک ظریف نے جسارت کر کے مولانا سے کہا کہ ما شما را از رجال گمان مے بردیم شما خود از نساء بوده اید مولانا نے فرمایا کہ اے بیعقل مگر تو نے یہ کلمہ نہیں سنا ہے کہ الرجال من النساء۔

عبارت مغلق۔ خواجہ جمال الدین ثلغر جو ایک امیر سلطان حسین والی ہرات کے امرا میں سے تھا۔ نہایت مغلق کلام کیا کرتا تھا۔ ایکدن شمس الدین زکریا نے ایک شخص قوم ترک کو خواجہ کے پاس بھیجکر چند خروار گھاس منگوائی۔ خواجہ نے جواب میں اُس ترک سے کہا کہ بحان عبداللہ[1] و فضل اللہ کہ در بطین ما چندان علین نماندہ کہ عصافیر بطنا تیر آنرا بر سطوح[2] کشند۔ ترک ان کلمات کو نہیں سمجھا۔ اور پھر اُس نے ترکی میں کہا کہ بیگ سمان تیلاسے ڈر (یعنے امیر گھاس منگواتا ہے) خواجہ نے پھر فرمایا کہ اعادہ[3] عبارات از عادات اولی الالباب بعید است۔ خواجہ کے ایک ملازم نے جو اُس ترک کے پاس کھڑا تھا۔ اُس سے کہا کہ اگر تو ہزار دفعہ بھی گھاس مانگے گا تو خواجہ ایسی ہی نامفہوم باتیں کہے گا۔ ترک ناچار امیر زکریا کی خدمت میں واپس گیا۔ امیر نے پوچھا کہ گھاس لایا۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے ہر چند خواجہ سے گھاس مانگی۔ مگر وہ قرآن پڑھتا رہا۔

سوال جواب شاہانہ۔ نامداران کے بادشاہ طغا تیمور خان نے چند بار خواجہ یحییٰ حاکم جماعت سربدار کو خط لکھ لکھ کر اطاعت کی تکلیف دی۔ مگر اُس نے ہر دفعہ جواب باصواب لکھا۔ آخر بادشاہ نے یہ قطعہ خط میں درج کر کے بھیجا۔

---

[1] یہ دونوں اس کے بیٹے تھے [2] مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ عبداللہ اور فضل اللہ کی جان کی قسم ہے کہ ہمارے طویلہ میں اتنی بھی گھاس نہیں رہی ہے کہ چڑیاں چھتوں میں اُس کو لے جاویں [3] عبارتوں کا لوٹانا عقلمندوں کی عادت سے بعید ہے۔

گردون بہ جفاے زمان را در سرکش | کارے بزرگ را نتوان داشت مختصر
سیمرغ وار چون نتوان کرد قصد قاف | چون پشہ خوردہ باش دفرو ریز بال و پر
بیرون کن از دماغ خیال محال را | تا در سر سرت نشود صد ہزار سر

خواجہ نے جواب مین لکھا

گردون چرا ہمی بجفاے زمانہ را | راضی چرا شویم بہر کار مختصر
دریا و کوہ را بگذاریم و بگذریم | سیمرغ وار زیر پر آریم خشک و تر
یا بر مراد بر سر گردون نہیم پاے | یا مردوار بر سر ہمت کنیم سر

لطیفہ۔ ایک شخص نے مولانا رکن الدین الخوافی سے پوچھا کہ آپ کیون نہین خانہ داری کی طرف توجہ فرماتے ہین۔ مولانا نے جواب دیا کہ سلسلۂ ولادت کا آدم سے اس ضعیف تک پہونچا ہے چاہتا ہون کہ ایک سرا اس سلسلہ کا تو آدم کے ہاتھ مین ہوا اور دوسرا بندہ کے ہاتھ مین۔

حسن طلب۔ سلطان سعید گورگان کے امیرون مین سے امیر نور سعید بہت عسرت مین تھا۔ اور اس کے پاس ایسا گھوڑا بھی نہ تھا۔ جس پر سوار ہو کر سلطان کی ملازمت مین پہونچ سکے ایک دن اس نے یہ رباعی لکھ کر سلطان کی مجلس مین بھیجی۔

این بندۂ شرمندۂ درماندۂ بیجان | دارد اسپے توقع از شاہ جہان
چون ہمت او بلند و چون بخت قوی | چون دولت او جوان و چون حکم روان

سلطان نے چند عمدہ گھوڑے اونٹ اور تمام سامان و اسباب اس کے واسطے بھیجا۔

صورت حال۔ جب کہ محمد خان شیبانی اوزبک نے سمرقند کو

فتح کیا۔ اور اُس آباد ان شہر کے باشندے آوارہ ہو گئے تو
خواجہ ابوالمکارم نے جو وہان کے بڑے آدمیون مین سے تھا
اندجان مین قاصد بھیجکر بابر بادشاہ کو سمرقند مین آنے کی ترغیب دی
بابر نے فوراً پہونچ کر محمد خان کو بھگا دیا۔ چندروز بعد محمد خان پھر
لشکر سنگین لے کر آیا اور بابر مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا۔ تو خواجہ ابوالمکارم
اس مصلحت سے کہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے۔ ڈاڑھی مونچھ مونڈا کر
ترکستان کو بھاگا۔ مگر راستہ مین گرفتار ہو کر محمد خان کے پاس
پہونچا۔ محمد خان نے پوچھا۔ کہ داڑھی کیون منڈائی۔ خواجہ نے
جواب مین یہ بیت پڑھی۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ۔۔۔ ہر آنکو تف کند ریشش بسوزد

مگر یہ لطیفہ گوئی اُس کے واسطے کچھ سودمند نہ ہوئی۔ اور وہ اُسی
دم شاہ کے حکم سے مارا گیا۔

جواب معقول معہ حسن طلب۔ مولانا حسن شاہ جو ایک شاعر
شیرین کلام اور ظریف حاضر جواب تھا۔ ایک دن سلطان محمد مرزا
کی خدمت مین بادشاہون کا ذکر کرنے لگا۔ اور ہر ایک کی ایک
خاص صفت بیان کی۔ سلطان محمد نے پوچھا کہ اچھا مجھ مین کیا
عیب ہے تو کہا کہ سوائے کاہلی کے آپ کی ذات مین کوئی بات
صفات بد سے نہین دیکھتا ہون۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تم نے کس
طرح جانا کہا کہ آپ کہہ سکتے ہین کہ دس ہزار اشرفیان ملا حسن شاہ کو
دیدو اور نہین کہتے ہین۔ یہ بات سُن کر بادشاہ بہت ہنسا۔ اور
پانچ ہزار اشرفیان مولانا کو عنایت کین۔

مطایبہ ظریفانہ۔ بعد مارے جانے سلطان محمد مرزا کے مولانا حسن شاہ ہرات میں آکر امیر علی شیر کا مصاحب ہو گیا۔ اور اُس کو خوش کرنے کے واسطے اشعار ہزل آمیز کہا کرتا تھا ایک دن داروغہ شہر نے وسمہ کہو نامی ایک عورت فاحشہ کو شہر سے خارج کر کے اُس کا مکان خالصہ کر لیا۔ جس کو خواجہ مظہر عودی نے امیر علی شیر سے مانگ لیا۔ اُسی وقت مولانا حسن شاہ بھی امیر کے پاس پہونچا۔ اور وہ مکان مانگا۔ امیر نے جواب دیا کہ وہ تو خواجہ مظہر عودی کو مل چکا۔ مولانا نے یہ شعر فی البدیہہ کہا۔

درشہر اگر مظہر عودی ہاست	بر خود در لسوق کس نیار د بر بست
ہر قحبہ کہ از شہر برون کش کردند	این قحبہ زنی بود بجایش بنشست

مطایبہ ظریفانہ۔ امیر علی شیر بعد فوت امیر سلطان حسین کے اُس کی فاتحہ کیواسطے ایک آش عظیم یعنی کھانے کی تجویز کرتا تھا۔ مولانا حسن شاہ ہر روز امیر کے دولتخانہ پر آکر اُس کی خبر لیا تا تھا کہ وہ کھانا کب ہوگا۔ اتفاق سے جس دن کہ وہ کھانا ہوا مولانا کو کام ہو گیا۔ اور جس وقت وہ امیر کے پاس حاضر آیا تو کھانا ہو چکا تھا اس سے اُس کو بہت افسوس ہوا۔ اور پھر رباعی بے اختیار اُس کی زبان سے نکلی۔

دیر آمدم و ز غصہ و غم خوردن	دانم بہ یقین کہ جان نخواہم بردن
یک آش دگر برائے من فکر کنید	گر خفتہ این آش نخواہم مردن

حسین شاعر۔ مولانا شہاب الدین احمد الخبیری المعروف بہ بطالی نے معما کی توضیح و تشریح میں ایک عمدہ رسالہ نظم کیا تھا جسے وہ محمد ظہیر الدین

بابر بادشاہ کی نظر سے گزرا۔ تو بادشاہ نے یہ رباعی لکھ کر مولانا کے پاس بھیجی۔

ناصح نه همین رفته به ملک عرب است	وز نامهٔ تو بر دل محزون طرب است
هر کس بار آرد ز معشوقه نامی	نامهٔ تو برآورده مثلا عجب است

مذمت تبریز و جواب تبریزی۔ کسی شاعر نے شہر تبریز کی مذمت مین یہ رباعی کہی تھی۔

گر تو نشود به طبع تبریزی دوست	مغز اند همه جهان و تبریزی پوست
زیرا که بدوستی نیابی صادق	گوینده عزیزی است که تبریزی خوست

مولانا ہمام الدین تبریزی نے جب اس کو سنا تو جواب مین کہا۔

تبریز نکو بهر چه در آنجاست نکوست	مغز اند سپند ار تو ایشان را پوست
با طبع مخالفان موافق نشوند	هرگز نه شود فرشته با دیوان دوست

انتخاب پنجم ۔ از مطایبات لطیفہ

مطایبہ شاعرانہ۔ ساغری نام ایک شاعر مولوی جامی کی خدمت مین آیا جایا کرتا تھا ایک دفعہ مولوی نے اس سے ناراض ہو کر یہ قطعہ کہا۔

ساغری میگفت دزدان معانی برده اند	هر کجا در شعر من یک معنی خوش دیده اند
دیدم اکثر شعرهایش را یکی معنی نداشت	راست میگفت اینکه معنی هاش را دزدیده اند

یہ قطعہ مشہور ہو گیا اور ستم ظریفون نے اس کو ساغری کے سامنے بھی پڑھ دیا۔ ساغری مولوی جامی کے پاس جا کر کہنے لگا کہ آپ کے اس قطعہ نے مجھ کو خاص و عام مین رسوا کر دیا ہے۔ مولوی نے کہا کہ مین نے تو (شاعرے) کہا تھا شہر کے ستم ظریفون نے اس کو تصحیف کر کے ساغری

بنا دیا ہے۔ ؎

استحان شعرا۔ کہتے ہین سلطان حسین مرزا بادشاہ ہرات ایک دن مع اکثر شاعرون کے بیٹھا ہوا تھا۔ ہر قسم کی باتین ہو رہی تھین۔ ملا بنائی نے کہا کہ جامی بدیہہ گوئی مین عاجز ہے۔ اتنے مین جامی بھی آپہونچا اور پوچھنے لگا۔ کیا میرا کچھ ذکر ہوا تھا۔ بادشاہ نے حضار مجلس سے فرمایا کہ آج شعر فی البدیہہ کہا چاہیے اور ملّا جامی سے مخاطب ہو کر کہا کہ مین چار چیزون کے نام لیتا ہون تم اُن کو نظم کرو۔ اور یہ چار نام لئے چراغ۔ غربال۔ نردبان۔ ترنج جو چارون ہی ایک دوسرے سے بے جوڑ تھے۔ مگر ملا جامی نے سنتے ہی یہ رباعی کہی۔ ؎

ای گشتہ چراغ دولتت بدر منیر غربال شدہ سینۂ اعدات بہ تیر
بی نردبان ہمت نہ پائے از اوج فلک ترنج دولت برگیر

پھر مرزا سلطان حسین نے ملا بنائی کی طرف منھ کر کے کہا کہ تجھ سے بھی شعر بدیہہ ان چار نامون مین چاہتا ہون منقل۔ طاس۔ شرح شمسیہ نمد کلاہ۔ بنائی نے فوراً کہا ؎

چون منقل اگرچہ دود آہے داریم بر طاس فلک نہ کار گاہے داریم
با ما سخنے ز شرح شمسیہ مگو تا چتر از ین نمد کلاہے داریم ؎

انتخاب ششم از جلد اوّل تاریخ قاچاریہ

سوالجواب شاہانہ۔ ابراہیم خلیل خان نامی ایک امیر آقا محمد شاہ قاچار والی ایران سے باغی ہو کر قلعہ آبگینہ مین جا بیٹھا۔ بادشاہ نے اس پر لشکر کشی کی۔ اور منشور نصایش کے واسطے لکھایا۔ جس مین منشی نے

یہ شعر درج کیا:

زمنجنیق فلک سنگ فتنہ مے بارد		تو ابلہانہ گریزی بہ آبگینہ حصار

ابراہیم خلیل خان نے جواب مین لکھا۔

گر نخمد از من آنست کہ من میدانم		شیشہ را در بغل سنگ نگہ میدارد

انتخاب ماہتم از جلد دوم ناسخ التواریخ ایران

سوال جواب عالمانہ۔ شریح عمر خلیفہ کے عہد مین کوفہ کا قاضی تھا اور آدمی خوش طبع تھا ایک دن عدی بن ارطاق نے اُس کے پاس آکر پوچھا کہ تو کہان سے ہے شریح نے کہا کہ تیرے اور دیوار خانہ کے درمیان۔ پھر کہا سُن کہا سنتا ہون۔

عدی۔ مین شہر شام کا رہنے والا ہون۔

شریح۔ شہر اچھا ہے۔

عدی۔ مین نے تمہارے شہر مین ایک عورت کی ہے۔

شریح۔ مال و فرزند کے واسطے مبارک ہو۔

عدی۔ مین چاہتا ہون کہ اُس عورت کو لیجاؤن۔

شریح۔ مرد کو اپنی عورت پر اختیار حاصل ہے

عدی۔ مگر مین نے شرط کر لی ہے کہ اس کو اُسکے گھر سے باہر نہ لیجاؤن۔

شریح۔ وہ شرط عورت کے واسطے استوار ہے۔

عدی۔ تو ہمارے درمیان حکم کر۔

شریح۔ مین نے حکم کیا۔

عدی۔ کس کے اوپر۔

شریح - تیرے مان کے بیٹے پر
عدی - کس گواہ کی شہادت ہے -
شریح - تیری خالہ کی بہن کے بیٹے کی گواہی ہے -
مشورہ معقول - کہتے ہین کہ ایک وقت زیاد بن ابیہ نے معاویہ کو لکھا کہ مین نے عراق کا انتظام تو اپنے بائین ہاتھ سے درست کر لیا ہے اور دہنا ہاتھ ابھی خالی ہے - عرب کی امارت بھی مجھکو دے - عبد اللہ بن عمر نے جب یہ سُنا تو ڈرا - اور اہل حجاز بھی لرز گئے اور اُنھون نے اس کے واسطے یہ کہا - اللھم اشغل عنا یمین زیاد - یعنے اللہ زیاد کے دہنے ہاتھ کے لیے بھی کوئی کام دے پس مرض طاعون اُس کے دہنے ہاتھ مین لاحق ہوا اُسنے طبیبون کو مشورہ کے واسطے بلایا کہ کیا کرنا چاہیے اُنھون نے کہا ہاتھ قطع کر پھر زیاد نے شریح کو بلایا اور اُس سے طبیبون کی صلاح کہی - شریح نے کہا کہ تیری روزی مقرر ہے اور تیرا زمانہ بھی معین ہے - مین یہ پسند نہین کرتا ہون کہ تو بیدست ہو کر زندہ رہے اور اگر مقطوع الید جہان سے قضا کرے تو خدا تجھ سے پوچھے کہ تو نے اپنا ہاتھ قطع کیون کیا اور تو کہے کہ مین تیری ملاقات کو برا سمجھتا تھا - زیاد اُسی دن مرگیا اور لوگون نے شریح سے پوچھا کہ تو نے زیاد کو کیون نہین ہاتھ کاٹنے دیا کہا المستشار موتمن ہین نے چہا ہا کہ مشورت مین خیانت کرون نہین تو کیا ہین روا رکھتا کہ ایک دن اُس کا ہاتھ کاٹین - ایک دن پاؤن اور ایک دن اور اعضا ؛

تجویز اسپ مقصود بیا نہ - یزدجرد بادشاہ فارس کے وزیر بخت جہان کی عورت نہایت خوبصورت تھی - یزدجرد فریفتہ ہو کر دیدہ و دانستہ بھی اُس

سے ملا کرتا تھا۔ بنجیر جان کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے عورت سے بولنا چھوڑ دیا۔ عورت نے یہ قصہ یزدجرد سے کہا کہ خاوند نے مجھ کو چھوڑ دیا ہے یزدجرد نے ایک دن خلوت مین بنجیر جان سے کہا مین نے سنا ہے کہ ایک چشمہ خوشگوار تیرے پاس ہے اور تو اُس کو چھوتا بھی نہین ہے اُس نے عرض کی کہ یہ بات صحیح ہے جو بادشاہ فرماتے ہین۔ مگر ایک دن مین نے اُس چشمہ کے کنارہ پر شیر کے کھوج دیکھ لیے اُس سے ڈر گیا اور پھر اُس چشمہ کا طالب نہ ہوا۔ یہ کہکر بنجیر جان نے اُس عورت کو بادشاہ کے محل مین بھیجدیا اور بادشاہ نے دوسری عورت اُس کو دیدی اور تنخواہ بھی بہت سی مقرر کی ؛

حماقت۔ حجی عرب کے احمقون مین سے تھا۔ ایک دن جنگل مین عیسےٰ بن موسیٰ کو ملا اور بولا کہ مین نے یہان کچھ زمین مین گاڑا تھا۔ اب اُس کا پتہ نہین ہے۔ عیسیٰ نے پوچھا کیا کوئی نشان اُس کے اوپر نہین بنایا تھا۔ کہا آسمان پر بادل ہو رہا تھا اُسکے نیچے گاڑا تھا۔ اب نہ وہ بادل ہے اور نہ وہ دفینہ ہے۔

عجائب الاتفاق۔ طوس نام عرب کے مخنثون مین سے پہلا شخص تھا۔ جس نے اسلام مین گانا گایا اور دف بجایا۔ اُس نے اس پیشہ کو خلیفہ عمر کے عہد مین فارس کے قیدیون سے سیکھا تھا۔ کیونکہ خلیفہ ان کو ہر مہینہ مین دو دن کی رخصت دیتے تھے تاکہ حسب خواہش نفس استراحت کرین۔ طوس اُن کے پاس جاتا تھا اور گانے کی تعلیم لیتا تھا اور وہ ایک مسخرہ آدمی تھا۔ جن عورتون کے لڑکے مرجاتے تھے اُنکو سنا دیتا تھا۔ اُس کے مسخرہ پن کی باتون مین سے ایک یہ ہے

کو پکار پکار کر کہا کرتا تھا کہ اے مدینہ کے لوگو تم سنو جب تک کہ میں تم میں ہوں دجال کا انتظار مت کرو جس رات کو میں پیدا ہوا تھا رسول خدا نے دنیا سے سفر کیا تھا اور جس وقت کہ میرا دودھ چھڑایا خلیفہ ابوبکر نے جہان فانی کو چھوڑا۔ اور جس دن کہ میں بالغ ہوا عمر خلیفہ شہید ہوئے اور میرے نکاح کے دن عثمان خلیفہ کی ہلاکت واقع ہوئی اور میرے لڑکا ہوا۔ اس دن حضرت علیؑ نے شہادت پائی۔ پس مثل میرے کون ہے ؎

ایک نقطہ میں خرابی۔ ایک دن سلیمان بن عبد الملک نے اپنے ایک منشی کو بلایا اور کہا کہ حاکم مدینہ کو لکھ دو "ان احص المخنثین المدینین منہم" یعنے شمار کرو مدینہ کے مخنث کتنے ہیں۔ منشی کی قلم سے ایک نقطہ احص کی ح کے اوپر اور لگ گیا۔ جس کی اس کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب یہ حکم مدینہ میں پہونچا تو حاکم نے اپنے منشی سے کہا کہ بادشاہ کے منشور کو پڑھ۔ اس نے اس طرح سے پڑھا "اخص المخنثین" یعنے مدینہ کے مخنثوں کو خصی کر۔ حاکم نے کہا۔ کہ احص المخنثین ہوگا۔ منشی نے کہا کہ ح کے اوپر بھی نقطہ مثل سہل کے نہیں ہوتا ہے۔ حاکم نے ناچار مخنثوں کو بلایا۔ اور سب کو خصی کرا ڈالا۔ بعد خصی ہونے کے ہر ایک نے ایک بات کہی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ؎

طویس۔ مگر ہمارا دوبارہ ختنہ ہوا ؎

دلال۔ یہ بڑا ختنہ ہے کہ تمام کاٹ ڈالا گیا۔

نسیم السحر "خصی ہونے سے ہم کو حق تخنث مل گیا۔"

نومۃ الضحےٰ۔ بلکہ سید سے عورت ہو گئے ؎

۱۲ [illegible]

برد القوا- باؤوان بول کے اٹھانے اور لیجانے سے چھٹی ہوئی ؛
ظل الشجر- آخر کیا کرتے اُس اوزار کا کہ جو ناکارہ تھا اور جس کا استعمال نہین کر سکتے تھے -؛

فراست- ایاس بن معویہ جو عمر وبن عبد العزیز کے زمانہ مین بصرہ کا قاضی تھا- فہم و فراست مین یگانہ روزگار تھا کہتے ہین ایک دن اُس نے ایک کُتے کی آواز سُنی تو کہا کہ اس کتے کو کنوئین کے اوپر زنجیر سے باندہ رکھا ہے دیکھا - تو اُسی طرح تھا - جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ تو نے کیسے جانا تو کہا کہ اُس کی آواز شہد کی مکھیون کی آواز کی طرح گہری تھی اور اُس کی آواز کے بعد اُس کا جواب آتا تھا اس سے مین نے جانا کہ کنوئین کے اوپر ہے ؛

عدل بذریعہ فراست- ایک دن ایک آدمی اپنے مدعی علیہ کو لے کر ایاس کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے اپنا مال اُس کے پاس امانت رکھا تھا - اور اب یہ واپس نہین دینا چاہتا ہے ایاس نے پوچھا کہ وہ مال کس جگہ اُس کو سپرد کیا تھا کہا جنگل مین ایک درخت کے نیچے - کہا ابھی دوڑ کر اُس درخت کے نیچے جا شاید کہ خداوند تجھ کو مال دیدے گا - وہ شخص گیا - جب کچھ دیر ہوئی - تو قاضی نے مدعی علیہ کیطرف مُنھ کر کے پوچھا کہ کیا وہ اس وقت تک پہونچ گیا ہوگا۔ اُس نے کہا کہ ابھی نہین پہونچا ہے - قاضی نے کہا تو کیا جانتا تھا کہ ابھی نہین پہونچا ہے اور قید کرنے کی دھمکی دی - آخر اُس نے مال واپس کر دیا - اس قسم کے تفرس ایاس کے بہت ہین مدائنی نے ایک کتاب لکھی ہے - جس کا نام زکن ایاس ہے ؛

سوال جواب عاقلانہ۔ دانایان عرب سے شن نام ایک مرد تھا۔ جس نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ تمام قبیلون مین تلاش کرون گا۔ تاکہ اپنے برابر دانا عورت سے نکاح کرون ایک دن راستہ مین ایک آدمی اُس کو ملا اور دونون ساتھ ساتھ چلنے لگے جب کچھ راہ طے ہوئی تو شن نے اُس سے کہا کہ تو مجھ کو سوار کر یا مین تجھ کو کرون اُس نے کہا کہ اے احمق تو بھی سوار ہے اور مین بھی سوار ہون۔ پھر یہ کیا کہتا ہے شن چپ ہو رہا آگے ایک کھیت آیا۔ جس کی زراعت لوگ کاٹ رہے تھے۔ شن نے اپنے رفیق سے پوچھا کہ یہ لوگ حاصل اس کھیتی کا کھا گئے یا نہین وہ بولا اے بیوقوف یہ کیا کہتا ہے کیا نہین دیکھتا ہے کہ ابھی کاٹ رہے ہین۔ جب گانون کے پاس پہونچے تو ایک جنازہ ملا شن نے کہا کہ صاحب جنازہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ مین نے ہرگز مثل تیرے کوئی جاہل آدمی نہین دیکھا تو مُردہ کو جنازہ مین دیکھتا ہے اور پھر پوچھتا ہے کہ زندہ ہے یا مر گیا شن کچھ نہ بولا اور چاہا کہ چلا جائے۔ اُس آدمی نے کہا کہ میرے گھر مین کچھ آرام کر کے جانا۔ اور اُس کو اپنے گھر لے گیا۔ اُس کی ایک بیٹی طبقہ نام تھی۔ اُس نے باپ سے پوچھا کہ یہ مہمان کون ہے اس نے کہا ایک احمق آدمی ہے۔ اور وہ سب قصہ کہا طبقہ نے کہا اے پدر تو احمق مت کہہ۔ یہ تو بڑا دانا ہے۔ کیونکہ اُس نے جو یہ کہا کہ تو مجھ کو سوار کر۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ تو مجھ سے کوئی قصہ کہہ یا مین کہون تاکہ اُس کے شغل مین بعد مسافت کی زحمت کم ہو جائے۔ اور جو یہ پوچھا کہ حاصل کھیت

کا کھا گئے ہین یا نہین تو اُس سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ مالکان زراعت قرضدار ہین اور زراعت کا حاصل بیچ چکے ہین یا اپنے واسطے کاٹتے ہین۔ اور جو یہ دریافت کیا کہ صاحب جنازہ مُردہ ہے یا زندہ اس سے یہ جاننا تھا کہ آیا اُس کے بیٹا ہے جو اُس کے نام کو زندہ رکھے یا بے عقب یعنے لاولد ہے اُس مرد نے جو یہ باتین سُنین تو شن کے پاس آکر کہا کہ اگر تو چاہے تو تیری اُن باتون کا جو راستہ ہین کی تفصین۔ جواب دون اور یہ کہکر جو کچھ طبقہ سے سُنا تھا۔ وہ سب اُس سے کہا۔ شن نے کہا یہ باتین تیری نہین ہین۔ سچ کہہ کس سے سیکھ آیا ہے اُس نے جو اصل حال تھا۔ وہ کہدیا۔ شن نے طبقہ کی خواستگاری کی اور نکاح کرکے اُس کو اپنے قبیلہ مین لایا۔ ؛

انتخاب ہشتم از خزانۂ عامرۂ میر آزاد

امتحان شاعر۔ ابوسعد لاہوری ایک شاعر شیرین کلام تھا سلطان ابراہیم غزنوی کی مجلس مین اس رباعی سے اس کا امتحان لیا گیا۔ جو اس نے فی البدیہہ کہدی اور سلطان نے اُسکا منہ سونے سے بھر دیا۔

ہموارہ رخ نگار ما نوست نہ گل	زین روی برخ نگار نیکوست نہ گل
مارا زرخ دوست باید ای دوست نہ گل	زیرا گل چشم ما رخ اوست نہ گل

مذمت قلعہ۔ ابوسعد سلطان ابراہیم کے حکم سے ۲۰ برس کے قریب قلعہ ناے مین قید رہا تھا اور اُس نے یہ رباعی قلعہ مذکور کی مذمت مین کہی تھی ؛

ای نامے ندیدہ ام دلے شاد از تو	نائی تو و لیکن نہ ہر باد از تو ؛

چنر نالہ مرا چو نا ے بکشاد از تو ۔ اے نائی مرا چو نائی فریاد از تو

فی البدیہہ ۔ ایک دن امیر الامرا ذوالفقار خان نے قہوہ نوشی کے وقت یہ مصرعہ کہا:

عرق داغ لالہ قہوہ ماست

مرزا ابوتراب نے فوراً یہ دوسرا مصرعہ اس پر لگایا ۔

نور چشم پیالہ قہوہ ماست

امیر الامرا نے خوش ہو کر اُس کو ۵ ہزار روپے عنایت کیے ۔

استغناء شاعر ۔ مرزا عبدالقادر بیدل شعرائے متاخرین ہندوستان کا خاتم تھا ۔ اُس کی طبیعت حرص اور ہوا و ہوس سے آرمیدہ تھی ۔ وہ کبھی اپنے عہد کے امیروں کی تعریف نہیں کرتا تھا ۱۱۳۳ ہجری میں آصف جاہ نے اُس کو دکن میں طلب کیا ۔ تو اُس نے نامہ کے جواب میں یہ بیت لکھ بھیجی:

دنیا اگر دہند نخیزم ز جائے خویش ۔ من بستہ ام حنای قناعت بپائی خویش

کلام مبہم ۔ شیخ عبداللہ وحشت تخلص ایک نازک خیال شاعر اور ظریف مزاج تھا اُس سے عبیداللہ خان نے جو اُس کے ہمعصر امرا میں سے تھا کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا ۔ مگر وفا نہ کیا ۔ ایک دن وحشت نے اُس سے کہا کہ میں نے اِس شہر میں عبیداللہ نام کے ۱۲ ۔ آدمی گنے ہیں اُس نے پوچھا کہ کیا میں بھی اُن میں ہوں تو کہا کہ نہیں تم عبیداللہ زیادہ ہو ۔ اس کلام میں دو ایہام ہیں ایک تو ظاہر اور دوسرا یہ کہ ولایت ایران کے آدمی ۱۳ کے عدد کو نحس سمجھتے ہیں کسی چیز کو گنتے وقت جب تیرہ تک پہونچتے ہیں تو تیرہ کا نام نہیں لیتے ہیں ۔ بجائے اس کے لفظ

زیادہ بولتے ہین۔ جیسا کہ اہل ہند شروع مین ایک نہین کہتے۔ اُس کی جگہ بغرض تفاول برکت کہتے ہین۔ پس دوسرا ابہام یہ کہ تم تیرھوین عبیداللہ ہو؎ +

جواب ہجو۔ جعفر نام شاعر عاشق تخلص نے مرزا ابوتراب غبار تخلص کی ہجو کہی غبار نے اس رباعی سے اُس کو جواب دیا ؏

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر / شیرین و لطیف ہجو شیر و شکر
صد شکر کہ انچہ عیب ما بود غبار / امروز براے دیگرے گشتہ ہنر

صلۂ سخن۔ حیدری تبریزی نے ایک قصیدہ اکبر بادشاہ کی مدح مین کہا تھا مگر پڑھنے کی اجازت نہ ہوئی۔ تب اُس نے یہ قطعہ اُس کی بابت کہہ کر بھیجا ؏

در مدح بادشاہ سخن سنج ملک ہند / گفتم قصیدۂ کہ پسندید ہر کہ دید
زانسان قصیدۂ کہ بگاہ نوشتنش / آب حیات بر ورق از خامہ میچکید
اما چو روزگار بد روزگار من نبود / زان شاخ گل بپاے دلم خار غم خلید
نشنید شاہ عقدہ کشا مصرعہ ز من / نکشود قفل آرزوے من از آن کلید
بودم ز آب دیدہ خود غرق بحر خون ؏ / کز غیب این ترانہ بگوش دلم رسید
حافظ وظیفہ تو دعا گفتن ست و بس / در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

جب اکبر بادشاہ نے یہ قطعہ سُنا تو اُس کو دس ہزار روپے اور خلعت عنایت فرمایا اور جب خزانچی نے روپیہ دینے مین کچھ دیر کی تو یہ قطعہ پیش کرکے اُسی دم سے لیا ؏

مشکلے دارم شہا خواہم کنم پیش تو عرض / زانکہ زین مشکل مرا صد داغ حسرت بر دل ست
سیم و زر را انعام کردی لیک از خازن مرا / ہم گرفتن مشکل و ہم ناگرفتن مشکل است

؎ یعنی وہ عبیداللہ حاکم کوفہ جسکے حکم سے امام حسین ؑ شہید ہوئے تھے۔

مذمت ہند۔ حیدری نے باوجود اس قدر احسان کے جو ہندوستان سے اُس کی نسبت ہوا پھر بھی اہل ہند کے حق مین یہ رباعی کی ؎

در کشور ہند شادی و غم معلوم	آنجا دل شاد و جان خرم معلوم
جائیکہ بیک روپیہ آدم نخرند ؎	آدم معلوم و قدر آدم معلوم ؎

فضیلت ہند۔ آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ مین لکھا ہے کہ مرزا امین نے باوجودیکہ ولایت زاد ہے۔ حیدری کی نسبت کلمۂ استعجاب لکھا ہے اور فقیر نے بھی اسی معنی مین یہ مطلع کہا ہے ؎

در کابل تبان دل بد نو نغان کند	ہمچون مغل شکایت ہندوستان کند

ہندوستان کی مذمت کرنا حیدری کا ہی خاصہ نہین تھا۔ بلکہ اہل ولایت ایران و توران قاطبتہً باوجودیکہ ہندوستان مین آکر گدائی سے مرزائی کے مرتبہ کو پہونچتے ہین اور قلندر سے سکندر ہو جاتے ہین۔ تاہم پاس حقوق اصلا اُن کی خاطر مین نہین ہوتا ہے۔ وہ اپنے زبان کو جو ایک عمر تک خوان الوان ہند کی نمکخوار ہوتی ہے۔ انواع مذمت سے آلودہ کیا کرتے ہین۔ اگر ہندوستان مطابق اُن کے عقیدہ کے بُرا ہے تو کیون کسی کے بغیر بلائے ہوئے آنے کی تکلیف اُٹھاتے ہین اور اپنے کو شیوہ حق ناشناسی اور عیب جوئی سے انگشت نما کرتے ہین اور طرفہ یہ ہے کہ ولایت والے بھی خود ہندی اصل ہین۔ کیونکہ صحیح حدیثون سے ثابت ہوا ہے کہ آدم بہشت سے ہندوستان مین ہی نازل ہوئے تھے اور انہین حدیثون سے اسبات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ آدم کا توبہ اسی جگہ قبول ہوا تھا۔ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور مین ایک لمبی چوڑی حدیث کعب احبار سے روایت کرتا ہے اور اُس حدیث مین واقع ہوا

ہے فعلیّ فی ہذ التربۃ انزلت التوبۃ یعنے پس اسی سرزمین یعنے ہندوستان
مین میرے اوپر توبہ نازل ہوا۔ بعد قبول توبہ کے آدم نے کعبہ کو سفر
کیا۔ اور عرفات مین حوا سے ملاقات ہوئی۔ اور پھر بعد ادائے مناسک
حج کے وہ ہندوستان مین تشریف لائے اور اس ملک مین رہ کر
اُنھون نے اولاد پیدا کی۔ چنانچہ تاریخ طبری اور کتاب بدو الخلق
امام محمد غزالی مین لکھا ہے۔ جب اولاد زیادہ ہوئی تو ہندوستان
سے منتشر ہوکر رفتہ رفتہ اقالیم سبعہ مین جا کر بسے۔ پس اصلی وطن تمام
بنی آدم کا یہی ہند ہے بعضے آدمی کہتے ہین کہ ہند ایک مغضوب زمین
ہے کیونکہ حقتعالے نے حالت غضب مین آدم کو بہشت سے نکال
کر ہند مین ڈالا مگر وہ اسباب سے غافل ہین کہ خدا نے حوا کو بھی
تو جدہ مین جو سرزمین مکہ سے ہے ڈالا تھا اور یہ سرزمین مکہ باتفاق
اُمت محمدی تمام مقامات روئے زمین سے اشرف ہے۔ دراصل
تو خدا نے آدم کو بہشت کے عوض ہندوستان کا باغ عطا کیا تھا اور
ایک بہشت سے دوسری بہشت مین بھیجا تھا مؤلف کہتا ہے۔

گر نیست از بہشت فزون بوستان ہند | آدم زناز و نعمت جنت چسان گزشت

شیخ جلال الدین سیوطی جو کچھ تفسیر دُرِّ منثور مین بذیل سورہ ما خفا ف روایت
کرتا ہے وہ مؤید اس کا ہے یعنے اخرج بن ابی حاتم عن علی رضی اللہ عنہ
قال خیر واد فی الناس وادی مکہ و واد نزل بہ آدم بارض الہند اور نزول
آدم سے ثابت ہوا کہ آفتاب نبوت کا طلوع اول افق ہند سے ہوا ہے
اور فقیر نے ایک عجیب استنباط کیا ہے کہ حلول نور محمدی ہند مین قیاس
مساوات منطقی سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ صحیح حدیثون کے بموجب نور

محمدی صلب آدم مین امانت تھا اور اُن کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ پس اِس جگہ سے روشن ہوا کہ نور محمدی کی ابتدا ہند سے ہے اور انتہا عرب مین۔ وکفیٰ بالہند شرفًا وفضلًا۔ اور تحقیق اِس قیاس کی منطق کی کتابون مین ڈھونڈنا چاہیئے۔ اگر کوئی دیدۂ دوربین سے ملاحظہ کرے تو آدم کا بہشت سے بعلت گندم خانۂ دنیا مین اُترنا ایک بہانہ اصل مقصد الٓہی کا اپنی شان اور تجلی ظاہر کرنے کے واسطے تھا اگر آدم یہان قدم رنجہ نہ فرماتے تو اِس خرابۂ دنیا کو کون آباد کرتا۔ اور اُن تمام آثار بدیع واطوار غریب کو جو اُن سے مخصوص ہین کون ظہور مین لاتا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور فقیر نے ہندوستان کا ذکر کتب تفسیر اور حدیث سے اخذ کرکے ایک رسالہ ترتیب دیا ہے۔ جس کا نام شمامۃ العنبر رکھا ہے۔ وہ دیکھنے کے لائق ہے ؛

جدت خیال ۔ ایک دفعہ خاقانی نے یہ بیت کہہ کر خاقان منوچہر والی شروان کو بھیجی۔ ؛ **بیت**

یا وشاقی کہ دربر مشش گیرم ؛	وستّقے دہ کہ دربرم گیرد ؛

خاقان خفا ہوا کہ کسواسطے دونو چیزین نہین مانگین گیا یہ قصور ہمت شاہی تصور کرکے ایک کی تردید کی۔ خاقانی نے جب یہ سنا تو ایک مکھی کے پر وبال نوچ کر اس کو خاقان کے پاس بھیجا کہ گناہ میرا نہین ہے اس مکھی کا ہے مین نے با وشاقی لکھا تھا۔ مگر اس نے ب کے نقطہ پر فضلہ ڈال کرکے دو نقطے بنا دیئے۔ خاقان اس لطیفہ سے کھل گیا اور اُس نے خاقانی کو بہت سا انعام دیا ؛

سلہ جامہ پوستین ۱۲ کنیز۔

دفع دخل شاعرانہ۔ ایک دن سلطان خضر بن ابراہیم خاقان سمرقند نے عمعق سے جس کو ملک الشعرا کا خطاب دیا تھا پوچھا کہ رشیدی کے شعر کیسے ہیں اُس نے کہا خوب ہیں۔ لیکن ذرا نمک چاہیئے استے مین رشیدی بھی آپہونچا۔ خاقان نے عمعق کی بات اُس سے کہی اور اشارہ کیا کہ اس بات مین کوئی شعر موزون کرے رشیدی نے ابدیہہ یہ قطعہ کہا ؂

شعرہائے مرا بہ بے نمکی ؂	عیب کردی روا بود شاید ؂
شعر من ہمچو شکر و شہد است ؂	اندرین ہا نمک نہ خوش آید ؂
گفتہ ات شلغم است و باقلا ؂	نمک اے قلتبان ترا باید ؂

خاقان کو بہت پسند آیا اور اُس نے چار طبق زر کہ ہر ایک مین ڈھائی ڈھائی سو اشرفیان تھین رشید کو بخشے ؂

خطاب وعتاب شاعرانہ۔ اِس رشید نے وزیر سے خطاب کرکے کیا اچھا کہا ہے ؂

تو وزیری و من ترا مداح ؂	دستت ہست بے عطا رو ایمنی ؂
تو وزارت ہمی سپار و مرا ؂	مدحتے گو کے تا عطا بینی ؂

صفت انار۔ رفیع قزوینی کی ایک مثنوی شاہ جہان آباد کی تعریف مین ہے جس مین اُس نے باغ حیات بخش کی صفت کرتے ہوئے یہ شعر انارون کے بیان مین بہت ہی برجستہ کہا ہے ؂

انار دلکش این تازہ بستان	بود بیدانہ مثل نار پستان

شاہ جہان بادشاہ کی صاحبزادی جہان آرا بیگم نے اس بیت کو پسند کرکے پانسو روپیہ انعام کے رفیع کو بھیجے تھے ؂

ایک دن سلمان ساوجی سلطان اویس کی مجلس میں تھا۔ جب جانے لگا تو سلطان نے فراش کو حکم دیا کہ شمع مع لگن زرین کے ہمراہ لیجا کر اس کو گھر پہونچا دے فراش نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر سلمان نے وہ شمع اس سے لے لی اور دوسرے دن جو فراش نے طلب کی تو یہ بیت سلطان کو لکھ بھیجی ؛

شمع خود سوخت شب دوش ز بیزاری امروز	اگر لگن را طلبد شاہ زمن می سوزم

بادشاہ نے ہنس کر وہ لگن اسی کو بخشدی ؛

حفظ جان بواسطہ شعر - سلطان بیلگی نے جو اچھا شاعر تھا علی قلی خان کی صفت میں ایک قصیدہ کہا - خان نے اسکو ہزار روپے اور خلعت دے کر یہ درخواست کی کہ اپنا تخلص میرے واسطے چھوڑ دے کیونکہ اس کا بھی تخلص سلطان تھا۔ سلطان بیلگی نے اس کی بخشش کو پھیر کر کہا کہ میں اس تخلص سے شہرت تمام پا چکا ہوں۔ پھر اب کیسے چھوڑ سکتا ہوں سلطان نے کہا اگر تو نہیں چھوڑتا ہے تو میں تجھ کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈالتا ہوں۔ اور فرط غضب سے ہاتھی بھی منگوایا۔ خان کے استاد مولانا علاؤالدین اری نے کہا کہ کوئی غزل دیوان جامی سے اس کو بتانا چاہیئے اگر فی البدیہہ اس کا جواب کہدے تو اس سے درگذر کریں ورنہ جو ارادہ ہے اس کو ظہور میں لادیں۔ اس پر دیوان جامی کھولا تو یہ غزل نکلی -

دل خطت را رقم صنع الٰہی دانست	ہر سر سادہ رخان تخت شاہی دانست

سلطان نے فی البدیہہ یہ غزل کہی جس کا مطلع یہ ہے -

ہر کہ دل را صدف سر الٰہی دانست	قیمت گوہر خود را بہ کماہی دانست

خان بہت خوش ہوا اور دو چند صلہ دے کر عزت کیساتھ اسکو رخصت کیا۔

وسعت عدد ۹ - سرخوش نے جو مؤلف تذکرہ کلمات الشعرا ہے یہ رباعی عدد نو کی صفت میں کہی ہے ؎

باشی بسر حساب گر اے ہمدم ؎ وحدت شمرد ز جوش کثرت برہم
در ہندسہ نہ را چو مضاعف سازی ہر چند کہ بشمری نہ آید بر قسم

آزاد بلگرامی مؤلف تذکرہ خزانہ عامرہ کہتا ہے کہ علما کا اسبات پر اتفاق ہے - کہ دانایان ہند علم حساب میں پیشقدم تھے افلاطون نے اپنے رسالہ میں جو حقیقت لفظ میں لکھا ہے کہا ہے - الریاضی فینا وفی الہند ہندی کے ایک شاعر نے ہندسہ نو کے مضمون کو معلوم کر کے ہندی زبان میں باندھا ہے اور سرخوش نے اس کا ترجمہ کیا ہے - وہ شعر ہندی یہ ہے ؎

داکو نا نو ہر روپ ہے جاگت ایہم پار جیسے کو نھو نوُ کو ناوے ناوُ بچار

کلام پاریک - جب کہ اسمٰعیل عادل شاہ والی بیجاپور نے سنہ ۹ میں بلدر کا قلعہ فتح کیا اور بہمنی بادشاہوں کے خزانوں پر قبضہ کر کے سخاوت اور فیاضی کی داد دی تو مولانا شہیدی قمی کو کہا کہ خزانہ میں جا کر جس قدر کہ زر سرخ اٹھا سکے لے آوے - مولانا نے عرض کی کہ بعد ان میں گجرات سے اس درگاہ کو روانہ ہوا تھا تو مجھ میں دو چند طاقت تھی اگر چند روز بعد کہ جب وہ طاقت پھر آجاوے اس عہدہ خدمت پر مامور فرمایا جاؤں تو بہتر ہو - سلطان سخن پرور نے تبسم کر کے کہا کہ اچھا دو دفعہ خزانہ میں جا کر جو کچھ کہ اپنے ہاتھ سے لا سکے اس میں کوتاہی نہ کرے - مولانا مجلس سے اٹھ کر خزانہ میں گیا اور دو دفعہ میں ۶۵ ہزار ہن کی ہمیانیاں کہ جو اس زمانہ کے ایک

لاکھ روپے کے برابر ہوتی ہین یعنی اشرفی نکال لایا - جب خزانچی نے یہ خبر سلطان کو دی تو فرمایا کہ مولانا سچ کہتا تھا کہ مجھ مین طاقت نہین ہے - اِس کلام کی نزاکت ارباب ادراک پر واضح ہے کہ اِس مین خوش طبعی کا پہلو بھی آگیا - اور ہمت کا بھی ÷

صلہ کلام سنجیدہ - شکیبی صفاہانی خانخانان کے مدحت گرون مین سے تھا - جب خانخانان نے سندھ کا ملک فتح کیا - اور وہان کے والی مرزا جانی کو پکڑ کر اکبر بادشاہ کی درگاہ مین حاضر کیا تو شکیبی نے اِس فتح کی تعریف مین ایک مثنوی لکھی جس مین یہ شعر بھی تھا ؎

ہمائے کہ بر چرخ کردے خرام	گرفتی و آزاد کردی ز دام ÷

خانخانان نے اُس قصیدہ کے صلہ مین ایک ہزار اشرفی جو اُس[1] وقت کے ۱۵ ہزار روپے کے برابر تھین اُسے عطا کین - مرزا جانی نے بھی اِسیقدر عنایت کین اور کہا رحمت خدا کی کہ تو نے مجھ کو ہما کہا اگر شغال کہتا تو کون تیری زبان کو پکڑتا تھا - ÷

وزن شاعر - شانی تکلو شاہ عباس صفوی ماضی ایرانی کی ثناگسترون مین سے تھا شاہ نے اس کو قزوین مین سنہ مین اِس شعر کے صلہ مین سونے مین تولا تھا -

اگر دشمن کشد ساغر دگر دست	بطاق ابروی مستانۂ اوست

تحسین وزن شاعر - ملا لطفی نے اس بارہ مین کہا ہے -

شاہا ز کرم جہان منور کردی	ملک دل عالمی مسخر کردی ÷
شاعر کہ بخاک رہ برابر شدہ بود	برداشتی و برابر زر کردی ÷

[1] ہزار اشرفیون کے اب تو ساڑھے ۲۲ ہزار روپے ہوتے ہین -

عذر صفت شراب - ملا شیدا نے بھی جو اپنے زمانہ کے مشہور شاعرون مین سے تھا شراب کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا تھا جس کا مطلع یہ ہے -:

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے ‏ ‏ حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

علما نے اس شعر پر اس کی تکفیر کا فتوے لکھا اور شاہجہان بادشاہ نے اس کو ممالک محروسہ سے نکل جانے کا حکم دیا اس نے عذر مین یہ قطعہ لکھا اور ملا جامی کے اس قول سے استشہاد کیا:

از مراحی دو بار قلقل مے: ‏ ‏ ہست جامی بہ از چہار قل است:

قطعہ

جہان پناہا شاہا بقدر جاہ و جلال ‏ ‏ نیافرید خدا مر ترا عدیل و نظیر +
بوصف می زدہ ہارسن این دو مصرعہ خوش ‏ ‏ کہ گشتہ در زبان ہمہ صغیر و کبیر +
اگرچہ لفظش عام است و معنیش خاص است ‏ ‏ بخاص و عام بود روشن این چو بدر منیر +
چنانکہ ہیکش اسرار مولوی جامی است ‏ ‏ کہ ہست گفتۂ او دور از ور تقصیر +
بوصف می ز مراحی دو بار قلقل مئے ‏ ‏ بہ از چہار قلش خواند فارغ از تکفیر +
مرا بکفر چہ نسبت بود کہ بہ زمنے ‏ ‏ سخن چنین کند ہیچ نایدش بضمیر +
ہمین نہ تنہا می صرف آب انگور است ‏ ‏ بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر +
بہر چہ گشت شدہ سرگرم مست بادۂ او ‏ ‏ اگرچہ آن نبود در نظر شراب عصیر +
مرا چو شاہ براند بجا توانم رفت ‏ ‏ بگاہ راندن از کف کجا رود شمشیر:

یہ قطعہ مقربان بساط حضور کے وسیلہ سے گزر کر باعث موقوفی اخراج ہوا:

صفت نازک دماغی بیگم۔ ایک دن شاہ جہان بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم ایک باغ کی سیر کو جاتی تھی۔ وہان جو سواری کا اہتمام ہونے لگا تو میر صیدی طہرانی باغ کے باہر ایک کوٹھری مین چھپ رہا۔ بیگم ہاتھی پر سوار آئی اور برقع منھ پر ڈالے ہوئے تھی میر نے کوٹھری مین سے منھ نکال کر یہ بیت پڑھی؛

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش ۔۔۔ تا نکہت گل بیختہ آید بدماغش؛

بیگم نے بظاہر بد دماغ ہو کر حکم دیا کہ یہ کون ہے اس کو پکڑ لاؤ۔ خواجہ سرا جو سواری مین تھے دوڑے اور میر کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ بیگم نے کہا کیا پڑھتا ہے پھر پڑھ اس نے پھر وہی بیت پڑھی بیگم سنتی ہوئی باغ کے اندر چلی گئی۔ اور فرمایا کہ اس مغل کو ۵ ہزار روپے دین اور شہر بدر کرین؛

عذر خواہی نشہ۔ دیانت خان نے طالب آملی کی تعریف گوشگذار کر کے جہانگیر بادشاہ کو اس کا مشتاق کیا اور حضور مین لے گیا۔ اتفاق سے طالب نے اس دن ذہن کھلنے کے لئے نشہ کھا لیا تھا۔ جس کے غلبہ سے بادشاہ کے روبرو کچھ نہ کہہ سکا۔ اس سے دیانت خان کو بھی بارگاہ شاہی مین سخت شرمندگی لاحق ہوئی طالب جب ڈیرہ پر پہونچ کر ہوش مین آیا تو اس نے اسی وقت یہ قطعہ بھیج کر خان سے عذر خواہی کی؛

مفرحی زدہ بودم بقصد گفتن شعر؛ ۔۔۔ عروج نشہ او کرد ہر چہ کرد بمن
بہ بزم بادشہم زان زبان نمیگردید ۔۔۔ کہ گشتہ بود در اخشاک تر زبان و دہن

استعفاء مہرداری۔ طالب چند عرصہ تک اعتماد الدولہ کا مہردار بھی رہا تھا۔ اور پھر یہ قطعہ کہہ کر اعتماد الدولہ کو استعفا دیدیا۔

دو صفت اند ازل طبیعت کہ ہرگز ۔۔۔ ندارند با ہم سر سازگاری

یکے را فرومایگی کرد شاعر	پئے را بزرگی و عالی تباری
من آن شاعرم شکر ایزد که دارم	ز بخت بلند خود امیدواری
که گر دہر یاقوت یک دانہ گردد	در و بینم از چشم نا اعتباری
بنگذارم از معنی ہزار نصیحم	بمنصب چه شد نیستم گر ہزاری
چو مہر تو دارم چه حاجت بمہرم	مرا مہر داری به از مہر داری

اعتماد الدولہ نے استعفا منظور کرکے اس کو سلک ملازمان جہانگیری مین منتظم کر دیا اور پھر اُس کی ترقی مین یہان تک کوشش کی کہ ملک الشعرا کا خطاب اُس کو مل گیا۔

حفظ ریش تراشی۔ اکبر اور جہانگیر ہندوؤن کی بعض رسوم کو پسند کرکے ڈاڑھی منڈایا کرتے تھے ایک دفعہ طالبا کو بھی حکم ہوا کہ ڈاڑھی منڈا کر آوے طالب نے یہ قطعہ عرض کرکے اپنی ڈاڑھی بچالی۔

سفر سے کنم ہا جا ورنہ من	چه سر بلکه گردن تراشیدمی
نباخن نه با تیغ از روئے خود	من این ہشت سوزن تراشیدمی
سر و ریش و ابرو بروت و مژه	برسم برہمن تراشیدمے
ازو این گیاہ خدا کشته را	نه از بہر خرمن تراشیدمے
که سنبل چو آرایش دامنست	پئے زیب دامن تراشیدمی
چو راہم بود خارج از رسم تو	گہ و وقت رفتن تراشیدمے
وگرنہ بالکہا سے آبروے تو	سر از صفحہ تن تراشیدمے

حسن طلب شتر۔ ظہیر فاریابی نے اونٹ کے واسطے یہ قطعہ سلطان قزل ارسلان سے عرض کیا۔ اور سلطان نے خوش ہو کر اس کو شتر خاصہ عنایت فرمایا۔

ایا شتری که فلک را مهار در بینی
کشد رفاق تو همچون شتر کشید فراز

خرد برقص در آمد ز شوق خدمت تو
چو اشتران عرب بر نوائے اہل حجاز

ز ناتمامی خصم تو چون شترمرغ است
نه زور بار کشیدن نه قوت پرواز

بسان اشتر دولاب گشته سرگردان
نه از نهایت کار آگه و نه از آغاز

خدایگانا من بنده مدتے بودم
فتاده چون شتر بے مهار در تگ و تاز

کنون ز بے شتری هست بر دلم بارے
که صد شتر نکشد آن بهم بهائے دراز

حکایت شتر و ماهتاب و اعرابی
شنیده ام که شنیده است شاه بنده نواز

مرا که در شب افلاس گم شده ست شتر
بماهتاب قبولت سزد که یابم باز

عبارت مختصر - ظہوری نے جب کہ اپنا ساقی نامہ احمد نگر مین برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا تو اُس نے کئی ہاتھی نقد و جنس سے بھر کر اُس کے صلہ مین ظہوری کے پاس بھیجے۔ ظہوری اُس وقت قہوہ خانہ مین بیٹھا ہوا تمباکو پی رہا تھا لانے والون نے رسید مانگی ظہوری نے قلم اُٹھایا اور ایک کاغذ کے پرچہ پر لکھدیا کہ تسلیم کردند و تسلیم کردم ✠

مذمت شال - ایک دفعہ مولانا ظہوری نے ایک شال ملا عرفی کے واسطے بھیجی۔ مگر وہ قابل ہدیہ نہ تھی اس لئے ملا نے جو رقعہ ظہوری کے جواب مین لکھا اُس مین ۲ رباعیان اُس شال کی مذمت مین درج تھین اُن مین سے ایک یہ ہے ✠

رباعی

این شال که و صفش نه حد تقریر است
آیات رعونت مرا تفسیر است

تا منش نکنی قیاس کشمیر کز و
صد رخنه بکار مردم کشمیر است

صفت کلفت شراب - ایک دفعہ ناصر علی کسی باغ مین شراب پی رہا تھا جب ساقی نے شیشہ سے شراب پیالہ مین ڈالی تو قلقل

سے جو کف کہ شیشہ میں ہو جاتا ہے ظاہر ہوا اور ناصر علی نے فی البدیہہ یہ شعر کہا۔

کدامین مست را اشت برنگ ایں تماشاہا   کہ مینا ہم ز جوش مے زرہ زیر قبا دارد

تقاضا و قیمت جیغہ۔ نکہت خان عالی شیرازی نے ایکدفعہ ایک جڑاؤ جیغہ زیب النسا بیگم کی سرکار میں بیچنے کو دیا تھا۔ جب بہت عرصہ ہوگیا اور قیمت نہ ملی تو اُس نے یہ رباعی لکھکر بیگم کی خدمت میں بھیجی:

اے بندگیت سعادت اختر من   در خدمت تو عیان شدہ جوہر من
گر جیغہ خریدنی است پس کو زر من   ور نیست خریدنی بزن بر سر من

بیگم نے ۵ ہزار روپے مع جیغہ کے اُس کو عنایت فرمائے۔

رباعیات مصنوع۔ مولانا لطف اللہ نے یہ رباعی جو چار شہر چار دن چار عنصر اور چار پھولوں کے نام پر حاوی ہے۔ بہت برجستہ کہی ہے۔

در مرد پیر[1] لالہ آتش انگیخت: دستے[2] نیلوفر بلخ و را آب گریخت:
در خاک نشابور گل امروز شگفت   فردا بہری[3] با دشمن خواہد یخت:

اسی کی یہ رباعی بھی صنعت مراعات نظیر میں ممتنع الجواب ہے کہ جس میں چار دن چار جوہر چار سلاح چار عنصر اور چار پھول کے نام آگئے ہیں

گل داد پیر درع فیروزہ بباد   دے جوشن لعل لالہ بر خاک نہاد
داد آب سمن خنجر مینا امروز   یاقوت سنان آتش نیلوفر داد

ایضاً۔ قیلان بیگ نے بھی اگلی رباعی کا جواب خوب لکھا ہے۔

افروخت بقم لالہ پیر آتش طور   دے گشت گل افشان بہشت از باد و لو

[1] پرسون [2] گل [3] ہرات میں [4] قم میں [5] بہشت

امروز برستہ بنفشہ شاداب شگفت — فردا و مد از خاک ہمی سوری سور

ایضاً۔ خان آرزو نے بھی چار پیمبر چار پھول چار عضو اور چار عنصر کے نام اس رباعی مین لایا ہے ؛

گلنار در آتش چو قد ابراہیم — در خاک چمن لالہ بود دست کلیم
افشردہ قدم چو خضر سبزہ لب آب — نسرین چو دہان عیسی از فیض نسیم

ایضاً۔ مرزا امین اصفہانی نے بھی مولانا لطف اللہ کے تتبع مین یہ رباعی کہی ہے جس کے ہر مصرعہ مین ایک سلاح ایک ایک گل ایک ایک عنصر اور ایک ایک دن کا نام آگیا ہے ؛

پوشید پیر گل زرہ از آتش زر — وے باد بلو لوئے سمن زد خنجر
آب یاقوت خورد و لالہ ست امروز — فردا خاک است نرگس نیم سپر ؛

صفت ہلال عید۔ ایک دفعہ سلطان معزالدین سنجر سلجوقی نے عید کا چاند دیکھ کر انگلی کے اشارہ سے دوسرون کو بھی دکھلایا معزی نے فوراً یہ رباعی عرض کی ؛

اے ماہ کمان شہریاری گوئی ؛ — یا ابروے آن طرفہ نگاری گوئی ؛
نعلے زدہ از زر عیاری گوئی ؛ — در گوش سپہر گوشواری گوئی ؛

سلطان نے خوش ہوکر اسی وقت ایک گھوڑا عنایت فرمایا۔ معزی نے پھر یہ بدیہہ کہا ؛

چون آتش خاطر مرا شاہ بدید ؛ — از خاک مرا بر زبر ماہ کشید
چون آب یکے ترانہ از من بشنید — چون باد یکے مرکب خاصم بخشید

سلطان نے پھر ایک ہزار دینار اس کو عنایت کئے اور حکم دیا کہ میرے لقب سے اس کو بھی پکارا کرین۔ چنانچہ اس دن سے اس کا لقب معزی

ہو گیا۔

حسن طلب و صفت عذر ملیح۔ ایک دن سلطان گوے بازی مین گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ معزی نے خوش طبعانہ یہ رباعی عرض کی۔

شاہا ادبے کن فلک بدخو را	کو چشم رسانید رخ نیکو را
گر گوے خطا کرد بچوگانش زن	ور اسپ خطا کرد بمن بخش او را

سلطان نے خوش ہو کر وہ گھوڑا اُس کو دیدیا اور معزی نے پھر یہ بدیہہ عرض کیا۔

رفتم بر اسپ تا بجرمش بکشم	گفتا کہ نخست بشنو این عذر خوشم
پنے گاو زمینم کہ جہان برگیرم	نے چرخ چہارم کہ خورشید کشم

تحسین زخم تیر۔ ایک دن سلطان تیر اندازی کر رہا تھا۔ تیر خطا ہو کر معزی کے لگا جو خدمت مین آیا تھا۔ جب معزی کو اس زخم سے شفا ہوئی تو ایک قصیدہ کہہ کر سلطان کو سنایا جسکا مطلع یہ ہے۔

منت خدای را کہ بفضل خدایگان	این بندہ بیگناہ نشد کشتہ رایگان

اسی قبیل سے اُس کی یہ رباعی بھی ہے۔

گر سینہ بخست شاہ سنجر مارا	کہ نیست خمار عشق در سر مارا
گر دل بربود یار دلبر مارا	پیکان عوض دل است در بر مارا

لطافت کلام۔ یہ رباعی سلاست الفاظ اور لطافت کلام مین معزی کی مشہور رہی ہے۔

اے سیم ذقن سخن ز گویت گویم	وے سوسن میان ز عشق سویت سویم
گر آب شوم گذر بجویت جویم	ور سرو شوم بہ پیش رویت رویم

رباعی ذو قافیہ۔ معزی کی یہ رباعی بھی کہ جس مین

حاجت[1] دو قافیوں کے درمیان ہے قابل صاد ہے۔

ای شاه زمین بر آسمان داری تخت	شست است عدو تا تو کمان داری سخت
حمله سبک آری و گران داری رخت	پیری تو بشد پیر و جوان داری بخت

شعر نادر۔ مولانا محتشم کاشی نے ردیف کو حاجت سے اوپر بڑھا کر چھوٹی بحر میں یہ شعر کیا اچھا کہا ہے ؎

ای طور ترا جہان خریدار	من جور ترا بجان خریدار[2]

حسن طلب و شکریہ لگن۔ مجد الدین ہمگر جو نوشیروان سے اپنی نسل ملاتا تھا۔ اتابک سعد بن ابو بکر والی شیراز کا مصاحب تھا۔ اور اُس کو خطاب بھی ملک الشعرا کا ملا ہوا تھا۔ ایک رات اتابک کی مجلس سے رخصت ہو کر گھر جانے لگا۔ اتابک نے زرین لگن کی ایک شمع اُس کے ساتھ کی صبح فراش نے لگن کا تقاضا کیا مجد الدین ہمگر نے یہ قطعہ نظم کر کے اتابک کے پاس بھیجا ؎

خدایگانا آنی که شمع دولت تو	چراغ شعلهٔ خورشید را دهد روغن
حکایت شب دوشین و شمع آمد یاد	که کرد چهرهٔ این تیره رای شاه زمن
ز روشنائی او شد چو بزم کیخسرو ؎	سرای بنده که بد تیره چون چه بیژن
کنون ز حسرت آن بارگه که باقی باد	همیگداز د و میریزد اشک بر دامن
هوای گلشن دیدار شاه می طلبد	که خوش بود رخ زیبا و شمع در گلشن
لگن لطافت جوهر نمود و کرد ابا	ز خانهٔ که ز سنگ اندرو بود هاون
چو جنس خویش ندید و چو جفت بود جدا	شکست خواست شد از غایت عنا و حزن

[1] اس رباعی میں لفظ داری حاجت ہے [2] اسی طرز میں ایک سادہ شعر بھی کسی شاعر کا ہے اگر تار گریبان تو باشد۔ نظر بار گریبان تو باشد یعنی نظر عشاق –

زمن معاودت طشت خانہ سے طلبید ... چنانکہ میل جواہر بود سوئے معدن
بماند شمعش ودر بندہ خانہ فی الجملہ ... ولیک باز سوئے طشت خانہ تاخت لگن

اتابک نے وہ لگن بھی اُس کو بخشدی اور ایک اور بھی بھیجی۔ بلکہ جواب مین یہ اشعار بھی لکھے۔

طشت شمع زرت فرستادم ... تو اضع برت فرستادم
دیگرے مثلش ار چہ کم باشد ... باسے دیگرت فرستادم

زود نویسی ۔ ایک دن خواجہ بہاء الدین کی مجلس مین سرعت قلم یعنے زود نویسی کا ذکر آیا تو مجد نے کہا کہ مین کتاب سلجوقنامہ کو ایک دن مین لکھ سکتا ہون خواجہ نے فرمایا اس دعوے کو ثابت کرنا چاہیئے مجد نے ایک دن مین وہ کتاب لکھدی اور اس کی پشت پر یہ قطعہ درج کیا ؛

بحکم قاطع دستور و خواجہ اسلام ؛ ... بہاے ملت و دین خواجہ سپہر غلام
کمینہ چاکر محکوم بندہ فرمان ... بدست خویش کہ فرماندہ است بر اقلام
بچند ساعت روزی کہ از دو دانگ شبے ... کتاب قصہ سلجوقنامہ کرد تمام
بسال ششصد و شصت و نہ از حساب عرب ... شب دوشنبہ و فرخندہ سلخ ماہ صیام

خواجہ نے ۳ ہزار دینار انعام دیا۔

فی البدیہہ وصلہ نظامی عروضی سمرقندی سلطان علاؤ الدین جہانسوز غوری کا ملازم تھا۔ اور اُس عہد مین دو نظامی اور بھی تھے۔ اتفاق سے عید کے دن مہتر زادہ بلخ نے اُن دونون نظامی کی تعریف سلطان کی مجلس مین کی اور کہا کہ اس نظامی کی حقیقت سے مجھ کو اطلاع نہین ہے اگر اس معاملہ مین کہ جو مذکور ہوا کوئی شعر کہے تو آپ کی استعداد معلوم ہو سلطان نے فرمایا ہان اسے نظامی اب ہم کو خجل نکرنا۔ ابھی دو شعر بیت

جو اس مجلس مین چل رہا تھا۔ ختم نہ ہوا تھا کہ نظامی نے یہ اشعار موزون کر کے سنائے ؛

در جہان سہ نظامی ایم اے شاہ ؛ کہ وحید زمانہ ایشانند ؛
من یکے بندہ پیش تخت شہ ام ؛ وان دو در مرو پیش سلطانند ؛
بحقیقت کہ در سخن امروز ؛ بے سخن مفخر خراسانند ؛
گرچہ ہمچو روان سخن گویند ؛ ور چہ ہمچو خرد سخن رانند ؛
من شرابم کہ شان چو دریا بند ؛ ہر دو از کار خود فرو مانند ؛

سنجر زادہ اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا۔ اور سلطان نے انعام مین اس عید سے عید قربان تک سیسہ کی کھان نظامی کو بخشدی۔ جس سے اس مدت مین ۱۲ ہزار من سیسہ اس کو حاصل ہوا ؛

استدعائے سنگ قبر۔ جب کہ مولانا نظام استرآبادی مرا تو اس کی لڑکی نے یہ قطعہ واسطے سنگ تربدار کے حاکم وقت کے پاس بھیجا ؛

سرفراز انظام سحر کلام ؛ داشت در جہان و دل محبت تو
از چہ رو ماندہ قبر او بے سنگ ؛ بچہ آید از مروت تو ؛
در زبان حیات چون نخشید ؛ منت دیگران بدولت تو
در تہ خاک نیز آن بہتر ؛ کہ بود زیر بار منت تو

بخشش لک روپیہ۔ ملا نظیری نے ایک دن کسی تقریب سے نواب خانخانان کو عرض کیا کہ ایک لاکھ روپیہ کا کس قدر ڈھیر ہوتا ہے نواب نے روپیہ منگوا کر اس کے آگے ڈھیر کرا دیا۔ ملا نے دیکھ کر شکر کیا کہ مین نے نواب کی بدولت اتنا روپیہ دیکھا نواب نے وہ سب اُسی کو بخشدیا ؛

نتیجہ فکر۔ واقف بٹالوی ایک نازک خیال شاعر تھا۔ ایک شب عالم خواب

میں یہ مصرعہ اُس کے خیال میں گزرا۔ ع

جامِ طرب بدستِ تو لبریز دادہ اند

بعد بیدار ہونے کے اس پر یہ پیش مصرعہ لگایا ع

در خندہ اختیار نداری برنگِ گل

واقف نے ایک وقت یہ مصرعہ کہا۔ ع

ای چراغت بکف از رنگ حنا زود بیا

اور مہینے تک فکر کرتا رہا۔ جب کہیں یہ پیش مصرعہ بہم پہونچا۔

دل زدستم بہ شبستانِ غمت گم گردید

حسن طلب۔ ایک دفعہ واقف اورنگ آباد سے ہندوستان کو روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکو اُس کا تمام ساز و سامان لوٹ لے گئے لیکن عینک اور کچھ پارہ جو کیمیا سازی کے لئے ہمراہ تھا رہ گیا۔ اُس نے یہ شعر اور رباعی خط میں لکھ کر میر غلام علی آزاد مؤلف تذکرہ خزانہ عامرہ کے پاس بھیجی اور خرچ کی مدد چاہی میر مذکور نے کچھ خرچ اُسکے واسطے بھیجدیا۔

عینکی و پارۂ سیماب با ما ماندہ است — چشم بیخواب و دل بیتاب با ما ماندہ است
کردند غریب غارتے راہ زنان — سر ماند و نماند ہیچ چیز از سامان
بردند ہر آنچہ بود الا عینک — وا ماندہ بما ہمین دو چشمِ حیران

کلام ذو معنی۔ جب کہ ہلالی استرآبادی نے کتاب شاہ و درویش تصنیف کر کے بدیع الزمان مرزا ابن سلطان حسین مرزا والی ہرات کی خدمت میں پیش کی تو مرزا نے انعام میں علاوہ دوسری چیزوں کے ایک غلام بچہ خوبصورت بھی جو اُس نے مانگا تھا عنایت فرمایا ملا حیدر کلوخ نے اس بارے میں یہ قطعہ کہہ کر شاہزادہ مذکور کی نظر

سے گزرانا۔

تنہا کامگار اپئے خاد مانت	فرستادہ شد زین دعا گو پیامے
ہلالی غلامے طلب کردوداوی	مرا ہم بدہ چون ہلالی غلامے

اس کلام کا لطف دقیقہ شناسون سے پوشیدہ نہین ہے۔

لطیفہ حسن طلب - بیرم خان نے ہاشمی کی ایک غزل پسند کرکے اپنے نام سے مشہور کرائی اور ہاشمی کو ساٹھ ہزار تنکہ نقد اُس کے عوض مین دیئے۔ اور پوچھا کہ این قدر مبلغ چون است اُس نے فی البدیہہ یہ لطیفہ کہا شصت کم است۔ خان نے چالیس ہزار تنکے اور دیکر پورے ایک لاکھ کر دیئے۔ اس مین یہ لطیفہ ہے کہ کم کے عدد حساب جمل سے ساٹھ ہوتے ہین اور وہ لاکھ تنکے کی غزل یہ ہے۔

من کیستم عنان دل از دست داوہ	در دست دل براہ غم از پا فتادہ
دیوانہ وار در کمر کوہ گشتہ	بے اختیار سر بہ بیابان نہادہ
گاہے چو شمع ز آتش دل در گرفتہ	گہ چون فتیلہ با دل آتش فتادہ
بیرم ز فکر اندک و بسیار فارغیم	ہرگز نگفتہ ایم کمی یا زیادہ

انتخاب نہم از تذکرہ آتشکدہ آذر

قطعہ حسب حال - سلطان آتسز جو آخر کو خوارزم کا بادشاہ ہوگیا سلطان سنجر سلجوقی کے غلام زادون مین سے تھا۔ وہ ایک دفعہ باغی ہوگیا۔ اور سلطان سنجر نے اُس کے اوپر لشکر کشی کی وہ تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے بھاگتے یہ قطعہ کہہ کر سلطان کے پاس بھیج گیا۔

مرا با ملک طاقت جنگ نیست	ولیکن تصلحش ہم آہنگ نیست

اگر بادپایست بحران شاہ ؎ یکیست مرا نیز با لنگ نیست
ملک شہریار است و شاہ جہان ؎ گر ہزار چنین بادشا ننگ نیست
بخوارزم آید بسفتسین روم ؎ خدا سے جہان را جہان تنگ نیست

جواب شعر سلطان — خواجہ امیر بیگ جو اوّل دیوان شاہ طہماسپ صفوی تھا اور بعدہ بعلت شوق علم عدد اور نیرنجات کے شاہ کی نظروں سے گر کر خراسان کے ایک قلعہ مین قید کیا گیا تھا ۔ جب عبید اللہ خان اوزبک خراسان مین آیا ۔ تو ایک نامہ خواجہ کو لکھا جس کے عنوان مین یہ بیت لکھی ۔

ای خواجہ بعد ازین طمع از زندگی ببر ؎ زان رو کہ گشتہ مسند خالی از آن ما

خواجہ نے یہ قطعہ جواب مین لکھ کر عبید اللہ خان کو بھیجا ۔

اے باد اگر بملک خراسان گذر کنی ؎ زنہار عرضہ دہ بر ایشان پیام ما
وانگہ بگو ز راہ وفا آن گروہ را ؎ کاے گشتہ کینہ خواہ شما خاص و عام ما
کلک غرور جہل شما ثبت کردہ بود ؎ در رقعۂ کہ بود در آن رقعہ نام ما
کاے خواجہ بعد ازین طمع از زندگی ببر ؎ زان رو کہ گشتہ مسند خالی از آن ما
اے مدعی مگر نشنیدی کہ ہمے رسد ؎ شاہ ستارہ خیل و سپہر احتشام ما
باشد جواب دعوے خانی کہ کردہٴ ؎ بیتے کہ گفتہ حافظ شیرین کلام ما
چندان بود کرشمہ و نازِ سہی قدان ؎ کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما
مابندگان حضرت شاہ ولایتیم ؎ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

گلہ صلہ کم از توقع — شریف تبریزی نے شاہ نعمت اللہ یزدی کی مدح مین قصیدہ کہا ۔ اور اُس کا لائق صلہ نہ پایا تو یہ قطعہ اس بارے مین لکھ کر شاہ کے پاس بھیجا ؎

شاہ نعمت اختر برج سعادت شاہ یزد	آنکہ چرخ سر نہ پیچد ز طوق انقیاد
چون بہ تبریز آمد ارباب سخن گشتند ازو	بہرہ ور از خویش قادر جز شریف نامراد
با وجود آنکہ گفتم مدح او بیش از ہمہ	از ہمہ کمتر در انعام بر رویم کشاد
گرچہ محتاجم ولیکن بیش از آنم ہمت است	کز عطاہائے کم گردد دل غمدیدہ شاد
کاشکی ہیچم ندادے تا چو حافظ گفتمے	داور روزی رسان توفیق نصرت شان دہاد

گلہ کمی وظیفہ۔ عذری تبریزی کا وظیفہ سرکار دیوان اعلیٰ شاہ عباس صفوی سے مقرر تھا ایک دفعہ اُس کے وظیفہ مین کچھ کمی بیشی ہوئی تو اُس نے یہ رباعی اس بارے مین کہی ؎

از دولت شاہ ابوتراب قاضی	مستقبل ما رشک برد بر ماضی
ہر سال سہ بود بصد من گندم	سہ صد شدہ امسال بیک من راضی

ہجو خلعت نامقبول۔ ملا محمد عصار مصنف مثنوی مہر و مشتری کو شیخ الاسلام نے ایک خلعت دیا تھا مگر وہ اُس نے نہ پہنا اور نہ عذر مین یہ قطعہ لکھا۔ جو کہ بہت ہی خوب ہے ؎

جامۂ بخشیدہ شیخ اسلام اعظم بندہ را	وہ مبارک جامۂ سال فراوان یافتہ
رشتہ حوا ز برائے آدمش ریسد و حال	پیرہش در کارگاہ از بہر عیسیٰ بافتہ
ونگہ از مفتول پشم ناقۂ پیغمبرش	فاطمہ گشتہ رفوگر ہر کجا بشگافتہ
من چہ حد دارم کہ پوشم جامۂ را کاندرو	آفتاب طلعت چندین پیمبر تافتہ

شرح تکلیف طاقیہ۔ ہلی آقا خان حاکم تبریز کے مصاحبون مین سے ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اور بکمال محرمیت سے اُس کی مجلس کے گل رخسار ساقیون کے ساتھ ہنسی ٹھٹھہ کیا کرتا تھا۔ ہر چند کہ دوسرے مصاحب اُس کو اِس حرکت سے منع کیا کرتے تھے۔ لیکن نہین مانتا تھا۔

آخر خان نے ایک جڑاؤ طاقیہ (ٹوپی) جمرہ کا سلوا کر مجلس میں رکھا جو
بروقت بزم آرائی مولانا کے سر پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ مولانا نے تنگ
آکر یہ رباعی طاقیہ کے عذر میں کہی:

سوئے دلم اے دلبر دیرینہ بیا ۔ گنج گہرے جانب گنجینہ بیا
تا از رہِ دیدہ ننگرند ستمروم ۔ در خلوت دل ز روزن سینہ بیا

ہجو ملیح۔ خاقانی کا استاد ابو العلا تھا۔ مگر جب خاقانی نے ابو العلا کی بدولت
خاقان منوچہر شروانی سے کافی فائدہ اٹھایا تو استاد سے براہ غرور چشم پوشی کرنے لگا
استاد نے بھی ناراض ہو کر اسکی ہجو میں کئی قطعے کہے از انجملہ ایک یہ ہے۔

خاقانیا اگرچہ سخن نیک دانیا ۔ یک نکتہ گو بمیت بشنو رایگانیا
ہجو کسے مکن کہ ز تو مہ بود بسن ۔ شاید ترا پدر بود و تو ندانیا

فی البدیہہ چلبین۔ ایک دن سلطان حسین مرزا ایک باغ میں مشغول صحبت آرائی
تھا مولانا اہلی آیا اور اندر جانے لگا مگر بخت نام غلام نے جو دروازہ باغ پر
متعین تھا اسکو جانے نہ دیا مولانا نے اسی جگہ یہ دو شعر فی البدیہہ لکھکر رقعہ کو
ایک خالی سیب میں رکھا اور پانی کے راستے سے اندر روانہ کیا سلطان نے
رقعہ پڑھتے ہی مولانا کو اندر بلا لیا۔

دو چشم فرش آن منزل کہ سازی جلوہ گاہ آنجا ۔ بہر جا پا نہی خواہم کہ باشم خاک راہ آنجا
چہ خوش بزمی است رنگین مجلس خاقان چہ شد تا ۔ کہ نتوان شد سفید از شوخی بخت سیاہ آنجا

جواب فی البدیہہ۔ ہاتفی ملا جامی کا بھانجا نامی شاعروں میں سے تھا۔
اس نے خمسہ نظامی کے جواب میں چار کتابیں لکھی ہیں۔ کہتے ہیں اول مولانا
جامی سے اس نے اس بارے میں ذکر کیا تھا۔ مولانا نے بطور امتحان
فردوسی کے اس قطعہ کا جواب ہاتفی سے چاہا۔:

درختے که تلخ است آنرا سرشت / گرش بر نشانی بباغ بهشت
ور از جوئے خلدش بهنگام آب / به بیخ انگبین ریزی و شهد ناب
سرانجام گوهر بکار آورد: / همان میوهٔ تلخ بار آورد:

ہاتفی نے یہ قطعہ عرض کیا:

اگر بیضهٔ زاغ ظلمت سرشت / نهی زیر طاؤس باغ بهشت:
بهنگام آن بیضه پروردنش: / ز انجیر جنت دهی ارزنش:
دهی آبش از چشمهٔ سلسبیل: / بر آن بیضه گر دم دمد جبرئیل:
شود عاقبت بچه زاغ زاغ: / برد رنج بیهوده طاؤس باغ:

مولانا جامی نے تحسین کرکے اجازت تصنیف مثنویات کی دیدی۔

ہجو ملیح۔ شاہی سبزوار کے شاعروں میں سے تھا۔ ایک دن کسی سلطان کی مجلس میں ایک شخص شاہی کے اوپر آکر بیٹھ گیا۔ شاہی نے فوراً بادشاہ کو مخاطب کرکے یہ قطعہ کہا:

شاہا مدار چرخ فلک تا ہزار سال / چون من یگانهٔ ننماید بصد ہنر:
گر زیر دست ہر کس و ناکس نشانیم / اینجا لطیفه ایست بدانم من اینقدر:
بحر است مجلس تو و در بحر بے خلاف / لولو بزیر باشد و خاشاک بر زبر

لطیفہ عجیب۔ سبزوار کے بادشاہ طغا تیمور خان نے رکن الدین صائن کو کسی جرم میں قید کیا تھا۔ مگر وہ یہ رباعی لکھ کر چھوٹ گیا:

در حضرت شاہ چون قوی شد رایم / گفتم که رکاب را از زر سازیم
آہن چو شنید این حکایت از من / در تاب شد و حلقہ بزد در پایم

مطلع حسب حال۔ کہتے ہیں کہ حکیم فرخی نے انعامات سلطان محمود کی بہجت سے بہت سا مال جمع کرکے سمرقند کو کوچ کیا تھا۔ راستہ میں

راہزن اس کے کاروان پر گرے اور سب مال لوٹ لے گئے۔ فرخی سمرقند مین گیا اور اپنا نام پوشیدہ رکھ کر یہ قطعہ کہا اور لوٹ آیا سلطان نے قطعہ پڑھ کر اُس کو آفرین کی اور اُس کی لوٹ اپنے پاس سے دیدی۔

ہمہ نعیم سمرقند سر بسر دیدم ۞ نظارہ کردم در باغ و راغ و دامن دشت
چو بود کیسہ و جیب من از درم خالی ۞ دلم ز صحن ال فرش خورمی بنوشت
بسے ز اہل ہنر بارہا بہر شہرے ۞ شنیدہ بودم کو شہر یکے است جنت ہشت
ہزار جنت دیدم ہزار کوثر بیش ۞ وسے چہ سود کہ لب تشنہ باز خواہم گشت
چو دیدہ نعمت بیند بکف درم نبود ۞ سرے بریدہ بود در میان زریں طشت

ہجو کاتب ۔ کہتے ہین کہ ایناسے کاتب نے شیخ آذری کے دیوان لکھنے مین بہت سی غلطیان کی تھین۔ شیخ نے اُس سے رنجیدہ ہو کر یہ قطعہ کہا:

دیوان بندہ را کہ ایں نا سواد کرد ۞ تنہا ورو نہ شعر مجدد نوشتہ است
از نظم و نثر ہرچہ بطبعش خوش آمدہ ۞ دیوان بندہ پر ز خوش آمد نوشتہ است
ہر جا کہ لفظ بد سلاست دید در سخن ۞ دست تصرفش ہمہ را بد نوشتہ است
اکنون شریک بہتر دیوان بندہ وست ۞ زیرا کہ بیشتر سخن خود نوشتہ است

کرامت سخن ۔ مولانا اوحدی کرمانی ایک صوفی مشرب عالم تھا۔ وہ راگ بھی سنتا تھا۔ اور حال بھی لاتا تھا۔ خلیفہ بغداد کا بیٹا اُس کا حال سُن کر قتل کے ارادہ سے اُس کی مجلس مین آیا۔ اُس نے باطن کی صفائی سے اُس کا قصد معلوم کر لیا۔ اور جب گانا شروع ہوا تو یہ رباعی کہہ کر خلیفہ زادہ کو بھی وجد مین لے آیا۔ جو گریبان پھاڑ کر عذر و معذرت

کرنے لگا:

سہل است مرا بر سر خنجر بودن	در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدۂ کہ کافرے را بکشی	غازی چو توئی رواست کافر بودن

عذر گرانی گوش۔ مولانا شرف الدین کرمانی مجلس شاہ طہماسپ صفوی میں خطاب بادشاہی سے مشرف ہوا۔ مگر چونکہ اونچا سنتا تھا۔ اس لئے اُس کو سمجھ نہ سکا مگر جب اطلاع ہوئی تو یہ قطعہ فی البدیہہ کہہ کر عرض کیا:

از گرانی صدمت نشد گوشم	قول شہ را کہ بود در ثمین
جائے آن بود کز گرانی گوش	پاسے تا سر فرو روم بزمین

استفتا و نظم۔ عماد فقیہ نے یہ قطعہ استفتا کے لئے امامی ہراتی کے پاس بھیجا:

محیط نقطۂ ملت مدار مرکز دین	خدایگان شریعت درین چہ فرماید
کہ گربہ مردیکے قمری و کبوتر را	بضرب پنجہ از تن بقہر بر باید
ز روے شرع بحکم قصاص حاکم شرع	دو دست گربہ گر از تن جدا کند شاید

جواب استفتا۔ امامی نے جواب میں یہ قطعہ لکھا۔

زہے لطیف سوالے کہ طوطی قلمت	بگاہ نظم بدایع شکر ہمی خاید
چنانست کہ لیک این قدر دانم	کہ از ضمیر تو آب حیات می زاید
کہ کم ز گربہ بیدست گربہ صیاد	کہ مرغ بیند و از شاخ پنجہ بکشاید
خدایگان ہنر را اگر درین فتوے	بخوان گربہ ز من رخصتے ہمی باید
چو گربہ ہیچ خواست ندارد آن بہتر	کہ دست خویش بخون چنین بیالاید
بقتل قمری و عمر کبوتر خواہد	قرارگاہ قفس را بلند فرماید

سوال و جواب ملاقات۔ ایک دفعہ رجائی شاعر سفر حجاز سے قزوین

میں گیا اور یہ قطعہ بدرخواست ملاقات مرزا اشرف جہان کے پاس بھیجا۔ جو جہان سے کنارہ کرکے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا ۔

حکایتے است غریب ای ہمہ بدانش و فضل — کہ عرض این نتوان کرد جز بجز تو کسے
گذشتہ از وطن آوردہ ایم رو بسفر — گسستہ ایم دل از ہر ہوا و ہر ہوسے
بغیر گوشہ چشمے ز صاحبان نظر — نگشتہ در دل ما ہیچگونہ ملتمسے
ہماے اوج کمالی چہ نقص بودی اگر — ز فر سایہ تو بہرہ ور شدے مگسے
حریم گلشن کویت نشد نشیمن ما — بیا نشیم دریغ اعتبار خار و خسے
بروے خستہ دلان بستی در اقبال — ز حسن خلق کریمت عجب نمود بسے
بصدق خاک درت ما نیاز ہی بوئیم — بپای بوس سگانت چو نیست دسترسے

مرزا اشرف جہان نے جواب میں یہ قطعہ بھیجا اور اس کو ملنے کے لیے بلایا۔

حکایتیست تنہائی ز خلق با تو مرا — خداے را بشنو از من و مگو بکسے
از ان ز گلشن دہر ہم گرفتہ دل کہ نماند — ز سبزہ و گل این باغ غیر خار و خسے
چو غنچہ گر نفسم تنگ میشود زانست — کسے نماند کہ با او برآورم نفسے
بوصل ہمچو تو یاری امید ہا دستم — وگرنہ در دل من نیست غیر ازین ہوسے

رباعی ایک دفعہ کمال اسمعیل نے یہ رباعی کہی تھی۔

کہ آمد شد آن دو زلف عنبر بویت — آزردہ میشود دل خوز رویت
از انگشت نمائی مردمان در کویت — ترسم کہ نشان بماند اندر رویت

جواب رباعی ۔ درویش مقصود تیرگر نے اہل خراسان کی درخواست سے اس کے جواب میں یہ رباعی موزون کی ۔

محراب نشین در گوشہ ابرویت — زنار پرست در حلقہ گیسویت
یارب تو چہ قبلۂ کہ ہست از ہر سو — روئے دل کافر و مسلمان سویت

لطیفہ۔ ایک شخص نے جرجان سے استرآباد میں آکر صدر سے اُس ولایت کی قضا مانگی اور رشوت میں ایک خر دے کر قاضی ہو گیا۔ میر عبدالحق نے اُس بارے میں یہ قطعہ کہا ؎

همی گشت در شهر شخصی ز جرجان ۔۔۔ که قاضی شود صدر راضی نمی شد
برشوت خری داد تا گشت قاضی ۔۔۔ اگر خر نمی بود قاضی نمی شد ؎

لطیفہ۔ خواجہ نظام الملک کے پاؤں میں درد رہا کرتا تھا۔ جس کی بابت شمس الدین المؤید معروف بنحالد نے یہ رباعی کہی تھی ؎

گر درد کند پای فلک فرسایت ۔۔۔ سر نیست در آن عرضه کنم بر رایت
چون از سر دشمنت بجان آمده درد ۔۔۔ آمد که تطفل کند در پایت ؎

رباعی بطلب قیمت دوا۔ حکیم شفائی نے ایک مریض کو جلاب دیا تھا اُس کی قیمت کی طلب میں یہ رباعی کہہ کر اُس کے پاس بھیجی ؎

گر سام نریمانی و گر رستم گرد ۔۔۔ جلاب مرا بمفت نتوانی برد ؎
یا قیمت آنچه خورده باید داد ۔۔۔ یا در عوض آنچه ریده باید خورد

دعا سے بد۔ کہتے ہیں کہ کمال الدین اسمٰعیل نے کسی بات پر اصفہانیوں سے ناراض ہو کر یہ قطعہ کہا تھا؎ ۔

ای خداوند هفت سیاره ۔۔۔ پادشاهی فرست خونخواره ؎
تا در و دشت را چو دشت کند ۔۔۔ جوی خون آورد نه جو باره
عدد مردمان بیفزاید ؎ ۔۔۔ هر یکی را کند بصد پاره ؎

اتفاقاً اُس کی بد دعا نے یہ اثر دکھلایا کہ اُسی عرصہ میں چنگیز خان کے بیٹے [illegible] کا لشکر وہاں آیا جس نے خراسان کا قتل عام کیا اور [illegible] الدین بھی اُسی معرکہ میں مارا گیا۔

[illegible] الخ امور مذہبی [illegible] نام رود۔

ہجو خلعت - کمال الدین ہجو بھی خوب کہتا تھا چنانچہ اپنے ممدوح کے خلعت کی ہجو مین کہتا ہے؛

مدحتی گفتمت کہ چون زیور / در ہمہ مجلسی کنند پدید
خلعتی دادیم کہ چون عورت / از ہمہ کس بباید ہم پوشید؛

ہجو غلہ - یہ قطعہ غلہ کی ہجو مین بھی اُسی مولانا کا کہا ہوا ہے؛ ؎

غلہ امسال داد خواجہ مرا؛ / گر نہ بد جملہ بود انسر خاک
نسبت خاک وگندمش با ہم؛ / ہمچنان بد کہ تخم اندر خاک؛
خاک مردم خورند انستم؛ / کہ خورد مردم است برادر خاک
کردم اندیشہ تا چرا فرمود؛ / خواجہ با گندمم برابر خاک
آدمی را چو خاک سیر کند؛ / کرد وجہ غذا اسٹے من بہر خاک؛

تقاضاء صلہ - ممدوح سے صلہ کے تقاضا مین بھی یہ قطعہ کمال الدین کا ہے؛

سہ شعر رسم بود شاعران طامع را؛ / یکی مدیح و دوم قطعہ تقاضا سے
اگر بداد سوم شکر ور ندادہجا / ازین سہ من دو بگفتم دگر چہ فرمائی

ہجو طیح طویلہ - مولانا کمال الدین نے اپنے ہی طویلہ کی یہ ہجو طیح لکھی ہے؛

حسبہ اسپ مرا بگفت دراین چہ تناستم / کا قسطبل تو از زاد یہ ہائے فلک است
نہ آب دران سبزہ ونہ کاہ ونہ جو / این جائے ستور نیست جا ملک است

تنبیہ بذریعہ شوخ کلامی - سیری جرفادقانی ایک شوخ طبع شاعر تھا - اُس وقت مین مرزا فصیحی ہروی نے ایک شعر کہا تھا کہ جس کا ہر مصرعہ ایک دوسری بحر مین موزون ہو جاتا تھا - سیری نے اُس کے باب مین یہ قطعہ لکھ کر مرزا فصیحی کو بھیجا - ؎

ای آنکہ بباز ار سخن طبع تیسرت / بکشود بہم چی خورشید دکان را؛

بیتی ز تو افتاده در افواه خلائق — کان بیت دهد چاشنی قند دهان را
لیک اهل نفاقش همه از روی تمسخر — گویند که این بیت بلندست فلان را
یک مصرعه او چون شب هجران بدرازی — بندیست که هست گلوی خرد و گردن جان را
در کوتهی آن مصرعه جان میرود و جگر — چون روز وصالست دل غمزدگان را
آن بیت گرانمایه همین است که کردست — پیوند دگر گوش زمین را و زمان را
صبح از پی گل چیدن چون عزم چمن کرد — دامن شده تن جمله گل لعل فشان را
میران شده که از وی بتوان تفرقه کردن — در لحظه سبکساری این و گران را
بار سه تو مانش همه از روی طبیعت — بر سنج که کوتاه کنند از تو زبان را

منع ظلم بذریعہ شعر — کہتے ہیں کہ سلطان مسعود غزنوی نے مازندران کو جاتے ہوئے راستے مین قیام کیا تھا اُس وقت اس کے سپاہی باغات اور زراعت اہل رے کو پامال کرتے تھے فاخری نے یہ قطعہ کہہ کر سلطان کی خدمت مین بھیجا اور رعایا کی خرابی کا امتناعی حکم جاری کرایا ۔

ای خسروی کہ باشد حکم تو بر فلک — بر تر ز طاق طارم گردان گذشتہ است
وصلت باستین کرم پاک میکند — گردی کہ بر صحیفہ دوران نشستہ است
باران عدل بار کزین خاک سالہاست — تا بر امید رحمت باران نشستہ است
بر تخت ری تو ساکنی از حکم نافذت — در ملک چین بمرتبہ خاقان نشستہ است
شاہا سپاہ تو کہ چو مورست چون ملخ — بر گرد دخل و دانہ دہقان نشستہ است

ہجوے لطیف — ہجری شاعر جب کہ صفاہان مین وزیر ہو گیا تھا تو سلامی شاعر نے مع اپنے بھائی کلامی کے کچھ شعر اُس کی مدح مین کہے تھے اور دونون ہر روز صلہ کے تقاضا مین اُس کے پاس جایا کرتے تھے ہجری نے انکی شوخ کلامی کے لئے یہ مطلع کہا جو بہت ہی خوب ہے ۔

دو چیز است بد تر از تیر حرامی ؛	کلام سلامی سلام کلامی ؛

حسن طلب اسپ - سلمان ساوجی کا یہ قطعہ مطالبہ اسپ مین بہت ہی بامزہ ہے ؛ -

شاہا مرا بہ اسپے موعود کردہ بودی ؛	در قول پادشاہان قیلے مگر نباشد
اسپ سیاہ و پیرم دادند و من برانم	کاندر جہان سیاہے زو پیرتر نباشد
آن اسپ باز دادم تا دیگرے ستانم	بر صورتے کہ کس را زان سر خبر نباشد
اسپ سیاہ خود رفت بارے سنجے دگر نباید	آسپے بیار ز سیاری رنگے دگر نباشد

حسن طلب قبا - وحیدی شاہ نے یہ قطعہ طلب قبا مین کہا ہے - اور بہت ہی اچھا کہا ہے ؛ -

ہمرنگ نی لباسش و ہمرنگ گل قبای	بر دست می گرفتہ و برگل نہادہ پای
نور بہار یافتہ از دست او نسیم	بوی بہشت یافتہ از پاے او سرای
آمد بہ بان ماہ وسے در رو چون سہیل	دیدی سہیل در قدح و بادہ در قباے
کباب حریر سینہ و گورے سمن اسرین	سرد شراب خوارہ و ماہ غزل سراے
کلی و جزوی از در پدر نیست ہر چہ ہست	جزوی ہمہ تو بخشی و کلی ہمہ خداے
من از خدا و از تو بخواہم سہ گونہ	تا او ترا بقا دہد و تو مرا قباے ؛

رباعی بحالت نزع - ادہم کاشانی تبریز مین ایک جوان کے اوپر شیفتہ ہو کر آدھی رات کو ایک کوچہ مین اس سے ملا اُس نے غرور حسن سے ایک ضرب اُس کے ماری وہ جب مرنے لگا تو حالت نزع مین یہ رباعی کہی ؛ -

دوشینہ سحر تیغ تبر یزی من ؛	آمد بسر راہ بخون ریزی من ؛ ؛
عریان ز لباس عاریت ساخت مرا ؛	این بود نتیجہ سحر خیزے من ؛

در تحقیق مسئلہ۔ خواجہ نصیر نے یہ رُباعی تحقیق مسئلہ مین کی تھی +

اجزاے پیالۂ کہ در ہم پیوست	بشکستن آن روا نمیدارد دست
چندین سر و پاے نازنین و سر دست	از بہر چہ ساخت و ز براے چہ شکست

جواب۔ بابا افضل کاشانی نے اُس کے جواب مین لکھا: شعر

تا گوہر جان در صدف تن پیوست	از آب حیات صورت آدم بست
گوہر چو تمام شد صدف تا شکست	بر طرف کلہ گوشۂ سلطان نہ نشست

صلۂ بذریعہ شکوہ۔ باقر کاشانی نے ابراہیم عادل شاہ کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا۔ مگر جائزہ نہ پایا۔ پھر اُس نے سُنا کہ ظہوری کو ایک معقول صلہ اُسی بادشاہ کی مداحی سے ملا ہے تو اُس کے دل مین آتش حسد مشتعل ہوئی اور یہ رُباعی کہہ کر بادشاہ کی خدمت مین بھیجی بادشاہ نے اُس کو بھی صلہ دیا:

خوانند دو جا بدہر ارباب سخن:	نزد شہ غزنین و شہنشاہ دکن
بیجا صلہ بردند ظہوری و حسن	بیجائزہ ماند شعر فردوسی و من

تعریض۔ داوری نے خراسان مین کسی کی مدح کی مگر اُس کے ممدوح نے کہا کہ یہ قصیدہ بیمعنی ہے۔ داوری نے اُس پر یہ قطعہ کہا اور اُس کے پاس بھیج دیا:۔

در خراسان مدحتے گفتم نہ از روے طمع	او غلط فہمید و گفتا مدح با معنی نداشت
گفتمش بسیار نیکو گفتی این انصاف بود	بندہ ہم دانستہ ام مدح شما معنی نداشت

صلۂ جودت طبع۔ سید جلال بن سید عضد وزیر محمد مظفر بادشاہ یزد مکتب مین پڑھتا تھا۔ ایک دن محمد مظفر مکتب مین آیا اور دیکھا کہ ایک لڑکا کچھ لکھ رہا ہے پوچھا۔ کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ لوگون نے عرض کی عضد کا بیٹا ہے۔

چونکہ اُس کی پیشانی سے فراست کے آثار نمایان تھے اِس لئے بادشاہ نے معلم سے پوچھا کہ اِن لڑکون مین سے کون اچھا لکھتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ جس کا قلمتراش زیادہ تیز ہے۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ قلمتراش کس کا زیادہ تیز ہے معلم نے کہا کہ جس کا باپ زیادہ متمول ہے بادشاہ نے دریافت کیا کہ کس کا باپ زیادہ متمول ہے۔ عرض کیا کہ وہی جو بادشاہ کا وزیر ہو بادشاہ نے اُس کو تحسین کی اور جلال کو پاس بُلا کر کہا کہ دیکھون تیرا خط کیسا ہے۔ جلال نے فوراً یہ قطعہ کہہ کر اور لکھ کر بادشاہ کے ہاتھ مین دیا ؛

چار چیز است کہ در سنگ اگر جمع شود ۔۔۔ لعل و یاقوت شود سنگ بدان خارائی
پاکی طینت و اصل و گہر و استعداد ۔۔۔ تربیت کردن مہر از فلک مینائی ؛
با من این ہر سہ صفت ہست ولے می باید ۔۔۔ تربیت از تو کہ خورشید جہان آرائی ؛

محمد مظفر سید جلال کے حسن خط اور زیبائی شعر اور لطف طبع سے حیران رہگیا۔ اُس کے باپ کو دس ہزار درم دیئے تاکہ اُسکی تربیت مین پہلے سے زیادہ کوشش کرے اور سید جلال بعد ازان بہت باکمال ہوگیا ؛

طلب معافی ۔ ایک دفعہ یزد کے شاعرون نے مذاق ہی مذاق مین شاہ نعمت اللہ یزدی کی ہجو کی تھی۔ شاہ نے سب کو بلایا تاکہ اُن سے مواخذہ کرے۔ کسوتی یزدی نے شاہ طاہر دکنی کے مطلع کو تضمین کر کے عرض کیا کہ آپ یہ دو بیت سُن لین اور پھر جو جی مین آوے وہ کرین ؛ ۔

شاہا زخانہ از پئے ایذائے شاعران ۔۔۔ بیرون میا کہ شہرہ ایام میشوی ؛
ما ہجو میکنیم و تو ایذا رسانده ۔۔۔ ما گشتہ ہیچ میشویم و تو بدنام می شوی ؛

شاہ نے صلاحِ وقت سے سب کے قصور معاف کر دئے ؛

تعریف اطعمہ بسحق حلاج کھانوں کی تعریف میں شعر کہا کرتا تھا۔ اُس نے خواجہ حافظ وغیرہ شعراکے مصرعوں کو بہت بامزہ تضمین کیا ہے ؂ از انجملہ چند یہ ہیں

کیپا ہزاران شعر کہ سر کلّہ وا کنند ؂	آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند ؂
چون از درون خربزہ واقف نشد کسے	ہر کس حکایتے بتصور چرا کنند ؂
سنبلچے باز پیاز جست قیمہ خریدہ ؂	تا دگر آسیاز چشم کہ روان خواہد بود
روزہ داری و قناعت ہو تم ہمت والے	چشمکے میزند آن ترہ بریان کہ مپرس
کس بالائے مزعفر نکند آتش ترش	کرچیانم من ازین کردہ پشیمان کہ مپرس
ہر زمان کہ دریابی نان گرم و بورانی	وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی
بخور و در رزاقی از رق چون نشود مزردی	یاد آیدم مزعفر در صحن لا بخوردی ؂

لطایف و مناظرہ ۔ کہتے ہیں کہ شیخ سعدی ایک دفعہ بحالت مسافرت تبریز میں وارد ہوئے۔ اور حمام میں جاکر ایک طرف کو چھپ بیٹھے تا کہ خواجہ ہمام کے بیٹے کو دیکھیں جس کی تعریف سنکر فریفتہ ہو گئے تھے اور خواجہ ہمام اپنے بیٹے کو نامحرموں سے چھپا ہوا رکھتا تھا حمام میں بھی اپنے ساتھ ہی لیجایا کرتا تھا۔ غرض اُس دن جب حمام میں آیا۔ تو حضرت سعدی بھی گوشہ سے نکل کر آموجود ہوئے۔ خواجہ نے ترش ہو کر اپنے لڑکے کو پیٹھ کے پیچھے بٹھالیا اور شیخ سے پوچھا کہ کہاں سے آئے شیخ نے کہا کہ خاک پاک شیراز سے خواجہ نے کہا سبحان اللہ شیرازی یہاں کتے سے زیادہ ہیں۔ شیخ نے کہا برخلاف ہماری ولایت کے کہ جہاں تبریزی کتے سے کمتر ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک طاس پانی کا بھرا رکھا تھا۔ خواجہ نے کہا عجب ہے کہ شیرازیوں کا سر مثل اِس طاس کے بال نہیں رکھتا۔ شیخ نے فرمایا عجب تر یہ ہے کہ تبریزیوں کا کون مثل یہاں

اس طاس کے ہیے۔ خواجہ نے شرماکر شیخ سے پوچھا کہ کیا ہمام کا کوئی شعر شیراز مین بھی پڑھتے ہین۔ شیخ نے کہا ہان اور یہ شعر خواجہ ہمام کا پڑھا ؎

درمیان من و دلدار حجابست ہمام	دارم امید کہ این ہم ز میان برخیزد

خواجہ نے کہا کہ مین ایسا قیاس کرتا ہون کہ تو سعدی ہے ورنہ دوسرے کو طاقت ایسی باتین کرنے کی نہین ہے۔ شیخ نے کہا ہان۔ خواجہ نے شیخ کا ہاتھ چوما۔ اور اپنے بیٹے کو بھی اس شرف سے مشرف کیا ؛

رعونت و تمکنت بذریعہ سخن۔ بیغو بن طغان محمود غزنوی کے عہد مین ملک قبا کا بادشاہ تھا۔ جو تو ران مین واقع ہے۔ وہ بہت عادل تھا بڑھاپے مین بہرا ہوگیا۔ اِس سے بہت رویا کہ فریادیون کی گفتگو کیسے سنون گا۔ آخر حکم دیا۔ کہ جو دادخواہ ہو وہ سرخ لباس پہن کر دربار مین آوے۔ تاکہ اُس کی دادرسی کی جاوے۔ جب مرا تو اُس کے پانچ بیٹے تھے۔ جن سے سلطان محمود نے بعد تسخیر ولایت سمرقند و ماوراء النہر کے خراج مانگا۔ اُنھون نے یہ قطعہ سلطان کو لکھ بھیجا۔ اور خراج دینے سے انکار کیا ؎

ما پنج برادر از قبائیم ؛	دریا دل و آفتاب رائیم ؛
ما ملک زمین ہمہ گرفتیم ؛	اکنون بہ تفکر سمائیم ؛
گر چرخ بکام ما نگردد ؛	چنبر ز مشش فرو کشائیم ؛

سلطان نے عنصری کو حکم دیا۔ اور اس نے یہ دو بیت اُن کے جواب مین لکھ بھیجی ؛

نمرود چہار بود آزر ؛	بیگفت خدائے خلق مائیم ؛
جبار بہ پیش پشہ او را ؛	خودش داد جزا و کا گوائیم ؛

سلطان سنے پھر ایک لشکر اُن کی گوشمالی کے واسطے بھیجا۔ جب محاصرہ قلعہ اور قحط غلہ سے تنگ ہوئے تو اُنھون نے پھر یہ قطعہ بکمال عجز سلطان کو لکھ کر بھیجا اور سلطان اُن کے قصور سے درگذرا ؛ ؎

ما پنج برادر از قبائیم ؛	در قحط و نیاز مبتلائیم ؛
شاہا تو عزیز مصر جودی ؛	ما خوان گناہگار مائیم ؛
مارا کہ بضاعتی است مزجاۃ	شرمندۂ حضرت شمائیم ؛
بر حالت زار ما ببخشائے ؛	از فضل و کرم کہ بینوائیم ؛

ستم ظریفی ۔ مساۃ مہری شاہرخ مرزا گورگان کے زمانہ مین ایک صاحب فہم اور شوخ طبع عورت تھی۔ اُس کو بادشاہ سنے کسی تہمت مین قید کیا تو اُس نے مجلس مین یہ رباعی کہی تھی ؛ ؎

شہ کندہ نہاد سرو سیمین تن را	زین واقعہ شیون است مرد و زن را
افسوس کہ در کندہ نخواہد سودن ؛	پائے کہ دو شاخہ بود صد گردن را

فی البدیہہ ۔ مہستی ایک سخن دان فہیم عورت سلطان سنجر کی مجلس مین بہت پیش اور معتمد علیہ تھی۔ ایک رات جاڑے کے چلہ مین کسی کام کیواسطے صحبت سلطان سے باہر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ برف برس رہا ہے۔ جب واپس گئی اور بادشاہ سنے کیفیت پوچھی تو یہ رباعی فی البدیہہ کہہ کر عرض کی ؛

شاہا فلکت اسپ سعادت زین کرد	وز جملہ خسروان ترا تحسین کرد ؛
تا در حرکت سمند زرین نعلت ؛	برگل ننہد پائے زمین سیمین کرد

انتخاب دہم از تاریخ طبقات ناصری

یادگار فتح ۔ جب کہ سلطان محمود غزنوی سنے سومنات فتح کی تھی۔ تو عنصری

سے نے ایک بڑا قصیدہ اُس کی تعریف مین کہا تھا۔ ازانجملہ یہ دو بیت ہین ؛

تا شاہ خسروان سفر سومنات کرد	آثار غزا را علم معجزات کرد ؛
شطرنج ملک باخت ملک با ہزار شاہ	ہر شاہ را بلعب دگر شاہ مات کرد

قبول التماس۔ قاضی منہاج مؤلف تاریخ طبقات ناصری لکھتا ہے کہ مین سنہ ۶۱۳ ہجری مین ملک ناصر الدین ابو بکر بن ملک سیف الدین سوری والی غور سے ولایت تمران مین ملا اُسی سال مین مین نے اپنے قرباؤن مین ایک لڑکی سے عقد کیا تھا۔ اور چنگیز خان غور اور غزنی کا قصد کر کے جیحون سے اُتر آیا تھا۔ مین نے اپنی شادی کا ذکر لکھکر ملک ناصر الدین سے ایک گھوڑا مانگا اُس نے خواب مین یہ رباعی کہی۔ اور اسی رقعہ کی پشت پر لکھکر مجکو دیدی ؛

اشعار لعمر عمر ز دولت رفتہ شود ؛	وآن در گران مایہ چو سفتہ شود
اسپے کہ من خواستہ عذر نیست	با اسپ بیسے عذر دگر گفتہ شود ؛

اور پھر تین برس کی عمر کا ایک گھوڑا تنگ بندھا ہوا میرے پاس بھیجدیا ؛

خوش ستائی۔ علاؤ الدین جہانسوز غوری نے اپنے بھائیون کے انتقام مین شہر غزنی کو فتح کر کے آگ لگا دی تھی جو سات دن تک برابر جلتی رہی اور اس عرصہ مین غزنی کے لوگون کو سلطان کے سپاہی پکڑ جاتے تھے اور مارتے تھے۔ سلطان قصر غزنی مین بیٹھا ہوا ہفتہ بھر شراب پیتا اور عیش کرتا رہا جب آٹھوین رات آئی تو تمام شہر خراب ہو کر جل چکا تھا۔ خلوق یا تو ماری گئی تھی یا نکل گئی تھی۔ سلطان نے یہ چند شعر اپنی مدح مین کہے اور مطربون کو دیکر فرمایا کہ چنگ اور مغانہ پر اُس کے آگے گا دین ؛

جہان داند کہ من شاہ جہانم ؛ چراغ دودۂ عباسیانم ؛
علاءالدین حسین ابن حسینم ؛ کہ دایم باد ملک خاندانم ؛
چو بر گلگون دولت بر نشینم ؛ یکے باشد زمین و آسمانم ؛
اجل مقرعہ زن گرد سپاہم ؛ اجل بازیگر نوک سنانم ؛
ہمہ عالم بگردم چون سکندر ؛ بہر شہرے شہے دیگر نشانم ؛
بر آن بودم کہ از اوباش غزنی ؛ چو رود نیل جوئے خون برانم ؛
ولیکن گندہ پیرانند و طفلان ؛ شفاعت میکند بخت جوانم ؛
بخشیدم بدین سان جان ایشان ؛ کہ با جان شان پیوند جانم ؛

ایضاً — پھر جب سلطان علاؤالدین غزنی سے اپنی تخت گاہ فیروزہ کوہ کو آیا۔ تو سادات غزنی کو جنھین پکڑ لایا تھا قتل کرکے اُن کے خون سے غزنی کی مٹی کا گارہ کیا۔ اور اُس سے فیروزہ کوہ پہاڑ پر برج بنوائے اور پھر عیش و عشرت مین مشغول ہونا چاہا تو مطربون اور ندیمون کو جمع کیا اور یہ قطعہ کہہ کر مطربون کو دیا اُنھون نے مزامیر پر الاپ کر جمایا اور گایا ؛

قطعہ

آنم کہ ہست فخر ز عدلم زمانہ را ؛ آنم کہ ہست جور ز بذلم خزانہ را
انگشت دست خویش بدندان کند عدو ؛ چون بر زہ کمان نہم انگشتوانہ را
چون جست خانہ خانہ کمیتم میان صف ؛ دشمن ز کوے باز ندانست خانہ را
بہرام شہ بکینہ من چون کمان کشید ؛ کندم بکینہ از کمرا و کنانہ را
پشتی خصم گرچہ ہمہ راورا نہ بود ؛ کردم بگرز خورد و سر را د را نہ را
لیکن توختم بہ تیغ در آموختم کنون ؛ شاہان روزگار و ملوک زمانہ را
ای مطرب بدیع چو فارغ شدم ز جنگ ؛ برگوی قول را و بیار آن ترانہ را

دولت جو برکشید نشاید فرو گذاشت | قول مغنی و می صاف مغانہ را

دربارۂ زیست و سلطنت بذریعۂ سخن سلطان علاؤالدین کو غزنی فتح کرنے سے بہت غرور ہو گیا تھا۔ اور سلطان سنجر سلجوقی سے مخالفت کرکے غور کا خراج بھیجنا چھوڑ دیا تھا۔ جو ہر سال اُس کی درگاہ مین بھیجا جاتا تھا۔ آخر یہان تک نوبت پہونچی کہ سلطان سنجر نے غور کے اوپر لشکرکشی کی۔ علاؤالدین ہرات اور فیروزہ کوہ کے درمیان اُس سے لڑا۔ اور شکست کھا کر پکڑا گیا سلطان سنجر اُس کو ایک اونٹ پر بٹھا کر خراسان مین لے گیا۔ چونکہ اُسکی لطافت طبع و اصابت عقل کا بہت کچھ وصف سُن چکا تھا اس لیے چند روز بعد اُسکو بُلا کر رہا کیا اور بہت عزت کی ایک طبق قیمتی موتیون سے بھرا ہوا مسند کے آگے رکھا تھا وہ علاؤالدین کو دیا علاؤالدین نے فوراً یہ قطعہ کہا ؛

بگرفت و نکشت شہ مرا در صف کین | ہر چند بدم کشتنی از روے یقین

بخشید مرا یک طبق در ثمین
بخشایش و بخشش چنان بود و چنین

سلطان نے خوش ہو کر اُس کو اپنا ندیم بنا لیا۔ اور بعد کچھ عرصہ کے بہت سا خزانہ۔ اور خاصہ گھوڑون و گوسفندون کا گلہ عنایت کر کے رخصت دی علاؤالدین غور مین آیا۔ اور پھر اُس نے بہت سے ملک فتح کیے ؛

فتح قلعہ علاؤالدین غوری نے تولک کا قلعہ ۷ برس مین فتح کیا تھا۔ ایک شاعر بھی اُس قلعہ مین تھا۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو اُس نے یہ بیت کہی ؛

بر اسپ شتہ تو ورلک ذولک | مقصود تو تولک ہست اینک تولک

اعتراض بر تبدیل مذہب - جب کہ سلطان غیاث الدین غوری نے اپنے بزرگون و سکنائے ولایت کے خلاف امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر قاضی وحید الدین کی تلقین سے شافعی مذہب اختیار کیا۔ تو امام صدر الدین علی ہیضم نیشاپوری نے جو اُس وقت افصح العلما۔ اور مدرسہ شہر آفشین غرجستان کا مدرس تھا یہ قطعہ لکھکر سلطان کے نقل مذہب پر اعتراض کیا:

در خراسان خواجہ گونہ شافعی بسیار بود — بر درے ہر خسروے ای خسرو صاحب نشان
لیکن اندر ہفت کشور پادشاہ شافعی — بہتر کے معلوم کن تا ہیچکش دارد کشان
در کسے گوید خلیفہ شافعی مذہب بود — حاش للہ ہیچ زیرک را نباشد این گمان
مذہب عباسی را اندر خلافت بخلاف — حاجتے نبود مخالف ذکر این معنی بدان
در خلاف آخر چو در لیس بیہ صورت نہ بست — در شعار صبغتا لتمد این تصور کے توان
کے کند ہرگز خلیفہ جز بعباس اقتدا — کے سزد ہرگز خلافت چد و عم زان خاندان
پس تو بارے چون پدر را خواستی کردن خلاف — چون تو رفتی بر شعار دودہ دیگر سران
ورنہ این کردی و فا آن این جہان ہیچ دیگر رود — مجتے بارے طلب کن عذر آن جہان
تا چو ہر کس با امام اصل خیزد روز حشر — تو درین تقلید خود تنہا بمانی جاودان
شافعی و بوحنیفہ وا لتمد این خواہند گفت — خوب نبود بے سبب زان بدین زین بدان

جب یہ قطعہ سلطان نے سنا تو صدر الدین سے ناراض ہو گیا۔ صدر الدین کو ممالک غور میں رہنے کی مجال نہیں رہی اور وہ نیشاپور کو چلا گیا۔ اور ایک سال بعد یہ قطعہ لکھکر سلطان کے حضور میں بھیجا۔ سلطان نے اُس کو بلا لیا:

جلال حضرت کم خو تنا د انست غیاث — یمین عہدک تیسر امرنا الملتاث
غیاث خلق توئی پس کجا برند نفیر — ز صولت فلک پیر و دولت احداث

زخسروان جہان ورجہان توئی کہ تراست — زجد وعم وپدر سلطنت بحق میراث
زعالمان جہان پیر ہم منم کہ مراست — دعا بارث زاجداد خفتہ در احداث
چو بر منابر اسلام خواندہ ایم ترا ؂ — ہزار بار فزون کای بفضل وعدل غیاث
ایا غیاث الدنیا وودنیا فاغث — لیغثک من ہو غوث العباد یوم یغاث
ہمیشہ خانہ گردون وسقف گردون را — زفضل وعدل تو باد استہا اساس واثاث
دعای دولت تو فرض برتوی وضعیف — ثنای حضرت تو فرض بر ذکور واناث

منع شکار بذریعہ سخن۔ سلطان غیاث الدین اوائل جوانی مین بڑا عیاش اور شکار دوست تھا۔ حضرت فیروزہ کوہ سے شہر اور زمین داور تک جو زمستانی دار الملک تھا کسی شخص کو شکار مارنے کی جرأت نہ تھی اور ان دونون شہرونکے درمیان کہ فاصلہ چالیس فرسنگ کا تھا ہر فرسنگ پر ایک میل بنایا گیا تھا۔ اور زمین داور مین ایک باغ سلطان نے بنام باغ ارم تیار کرایا تھا جس کی لطافت ونزاہت کے برابر کسی بادشاہ کا باغ نہ تھا۔ سلطان سال بھر مین ایک دفعہ اُس باغ مین جاتا تھا اور اُس کے حکم سے شکاری لوگ پچاس ساٹھ کوس کے جانورون کو گھیر کر باغ کے میدان مین لے آتے تھے اور یہ کام ایک مہینہ مین ہوتا تھا۔ شکار کے دن بادشاہ باغ کے محل مین آتا اور مجلس مہیا کرتا تھا۔ نوکر اور سردار ایک ایک سوار ہو کر میدان مین جاتے اور شکار کرتے تھے ایک دفعہ بادشاہ نے چاہا کہ اُس جنگل مین شکار کے واسطے جائے فخر الدین مبارک شاہ اُٹھ کر کھڑا ہوا اور یہ رباعی کہہ کر بادشاہ کا ارادہ فسخ کر دیا اور بادشاہ عیش مین مشغول ہو گیا؂

گردرسے معشوق ونگار آویزی ؂ — بہ زان باشد کہ در شکار آویزی ؂

آہوئے بہشتی چو پدید آمد ز تو درست　　اندر رہ کوہ ہی بجسم کار آوری

جواب دندان شکن — جس زمانہ مین کہ سلطان شاہ خوارزمی خطا کا لشکر لیکر خراسان مین آیا تھا اور ممالک غور کی سرحد پر پہونچ کر دہانہ سرخش پر مقیم ہوا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنا ایلچی سلطان غیاث الدین کی خدمت مین بھیجا اور کچھ باتین چاہین۔ غیاث الدین نے مجلس آراستہ کر کے ایلچی کو شراب پلانے کا حکم دیا تاکہ حالت مستی مین سلطان کے مزاج کا اندازہ اُس کے ایلچی سے معلوم ہو سکے۔ جب ایلچی کو شراب کی حرارت سے نشہ ہوا تو اُس نے اُٹھ کر مطرب سے یہ رباعی گانیکو کہا

آن شیر کہ باشد او دہانہ است مقیم　　شیران جہان ازو ہراسند عظیم
اے شیر تو از دہانہ دندان بنما　　لیکن باہمہ در دہان شیر اندر زیم

جب مطرب نے رود بجایا اور یہ رباعی گائی تو سلطان غیاث الدین کا رنگ بدل گیا اور ملوک غور بھی سب گھبرا گئے۔ خواجہ صفی الدین محمود جو وزیرون مین سے تھا۔ اور لطافت و ظرافت مین یکتا تھا۔ اور شعر بھی اچھا کہتا تھا۔ کھڑا ہوا۔ اور زمین پر جھک کر ایلچی کے جواب مین یہ رباعی کہی اور مطرب سے کہا کہ گا

آن روز کہ ما رایت کین افرازیم　　وز دشمن مملکت جہان پردازیم
شیر سے ز دہانہ گر نماید دندان　　دندانش بگرز در دہان اندازیم

سلطان غیاث الدین نہایت خوش ہوا خواجہ کو اُس نے بہت سا انعام اور خلعت فاخرہ عطا کئے۔ اور تمام ملوک نے بھی اُس کو صلے اور جائزے دیئے۔

صفت سخاوت — کہتے ہین کہ سلطان قطب الدین ایبک جو اوّل

بادشاہ ہند قوم ترک سے ہوا۔ بڑا سخی تھا۔ اُسنے بخشش اُس کی ایک لاکھہ روپیہ کی ہوتی تھی چنانچہ بہاؤالدین اوشی اُس کی مدح مین کہتا ہے

ای بخشش تو لک بجہان آوردہ ۔۔۔ کان را کف تو کار بجان آوردہ
از رشک کف تو خون گرفتہ دل کان ۔۔۔ این لعل بہانہ در میان آوردہ

لطیفہ جب سلطنت ہندوستان کی سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ کے ہاتھہ سے بسبب تقرب یاقوت حبشی کے جاتی رہی تو کسی خوش طبع شاعر نے یہ بیت کہی۔

عنان تافت دولت ز بیر التمش ۔۔۔ چو گردے سیاہ دید بر دامنش

دفع خصم بذریعہ شعر۔ جب سلطان علاؤالدین جہان سوز غوری نے سلطنت غزنی فتح کی اور خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی قلعہ تکنا باد مین کہ جو اعظم بلاد گرم سیر سے تھا پناہ گزین ہوا۔ تو علاؤالدین نے یہ رباعی کہہ کر اُس کے پاس بھیجی:

اول پدرت نہاد کین را بنیاد ۔۔۔ تا خلق جہان جملہ بہ بیداد افتاد
ہان تا ندہی ز بہر یک تکنا باد ۔۔۔ سرتا سر ملک آل محمود بباد

خسرو شاہ نے مقابلہ کیا۔ اور آل محمود کا ملک اسی قلعہ کے اوپر اُس کے ہاتھہ سے گیا اور خاندان اُس کا برباد ہوا:

ہجو ملیح۔ جب کہ چنگیز خان کے چالیس ہزار مغلون نے قلعہ تولک کو گھیرا اور حبشی نیزہ دار محافظ قلعہ نے جو در اصل کفشگر تھا سردار لشکر مغل سے فیقو نوئین کی خدمت مین جاکر مال دینا قبول کیا۔ جسکو اُسنے اہل تولک پر تقسیم کر دیا۔ تو وہ لوگ اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور ایک شاعر نے یہ رباعی کہی:

گفتم حبشی نیزہ ور این خسران چیست ۔۔۔ با تو لکیان شکنجہ و زندان چیست

گفتا کہ منم کفشگر و فیقو سگ	سگ خانہ و کفشگر کہ ورا بنان چیست

انتخاب یازدہم از تاریخ گزیدہ

مراجعت شاہ بذریعہ شعر۔ امیر نصر بن احمد سامانی ہری یعنے ہرات کی سیر کو گیا اور وہ اُس کو بہت پسند آئی وہین ٹھر گیا۔ اور اُس کے اُمرا زن و فرزند کی یاد مین تھے۔ امیر نہ عزم بخارا کا کرتا تھا۔ اور نہ امرا کو اجازت دیتا تھا۔ اُنھون نے مقربان حضرت سے ہرچند کوشش کی مگر کچھہ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک سردار رودکی شاعر سے ملا۔ رودکی نے بخارا کی تعریف اور امیر نصر کی تحریک عزیمت بخارا مین یہ اشعار اُس کے آگے پڑھے :

یاد جوئی مولیان آید ہمے :	بوئے یار مہربان آید ہمے :
آب جیحون از نشاط روی دوست	خنگ ما را تا میان آید ہمے :
ای بخارا شاد باش و شاد زی[۵]	میر زی تو شادمان آید ہمے :
میر سرو است و بخارا بوستان	سرو اندر بوستان آید ہمے :
میر ماہ است و بخارا آسمان :	ماہ سوے آسمان آید ہمے :

امیر کو قرار نہ رہا کہ تمام شعر سُنے اور روانہ ہوگیا۔ یہان تک کہ بغیر موزہ پہنے ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور رودکی انھین اشعار پر اُس سردار کی بخشش سے غنی ہوگیا :

استمداد بذریعہ شعر۔ جب کہ امیر اسمٰعیل سامانی بن نوح والی بخارا غزون سے جو اس کے رفیق تھے متوہم ہو کر رات کو فرار ہوا تو سیف الدولہ محمود غزنوی کو اپنے حال سے خبر دی اور یہ رباعی

۵ زی یعنی نزدیک و قریب ۱۲ بعض کتابون مین دوسرا مصرعہ یون بھی ہے کہ شاہ سوے

بھی لکھ بھیجی۔

از دیدہ کہ نقش تو نمودم تو بہی[۱] ٭ وز دل کہ فرو گذاشت زودم تو بہی
وز جان کہ نداشت ہیچ سودم تو بہی ٭ دیدم ہمہ را و آزمودم تو بہی

سیف الدولہ نے اُس کے حال پر رقت کر کے مدد کی۔ دونون بخارا مین مخالفون سے لڑے اور اسمٰعیل کو پھر بخارا مل گیا ٭

انتہاء شاہ بوسیلہ شعر سنہ ۴۳۲ ہجری مین جب سلطان مسعود غزنوی سلجوقیون سے حدود مرو مین شکست کھا کر غزنی کو آیا اور شراب نوشی مین پڑ گیا تو کسی شاعر نے اس کے حق مین یہ قطعہ کہا ٭

مخالفان تو موران بدند مار شدند ٭ بر آور از سر موران نا بہ گشتہ و مار
مدہ زمان شان زین بیش و روزگار مبر ٭ کہ اژدہا شود ار روزگار یابد مار

تحسین سلطان سنہ ۵۴۴ مین سلطان سنجر عراق مین آیا۔ سلطان بہرام شاہ غزنوی نے فتحنامہ جنگ غوریان اور جنرمرگ سام و سر سوری شاہزادہ غور کا سلطان سنجر کو بھیجا۔ فخر الدین خالد ہروی نے یہ رباعی اس معاملہ مین کہی ٭

آنہا کہ بنجد مدت نفاق آوردند ٭ سر جملہ خویش را بہ نطاق آوردند
دور از سر تو پیام بسر سام بُبرد ٭ وینک سر سوری بعراق آوردند

یادگار واقعہ سنہ ۵۴۸ ہجری مین جب کہ غزون نے سلطان سنجر کو قید کر کے بہت خرابی جہان مین کی اور مسلمانون کو جابجا قتل کیا تو امام محمد بن یحییٰ کو منہ مین خاک بھر کر مار ڈالا خاقانی نے یہ قطعہ اُس واقعہ کی شرح مین کہا ٭

در ملت محمد مرسل نداشت کس ٭ تا فضلہ از محمد یحییٰ فناے خاک

[۱] یعنی تو بہتر ہے ۱۲

آن کردگاہ تہلکہ دندان فدائی سنگ ۔۔۔ این کرد و ازقتل[1] دہن افدائے فاک

نوحہ سلطان ۵۵۱ھ میں سلطان اتسز جو اوّل بادشاہ خوارزم کا تھا مرگیا رشید الدین وطواط روتا ہوا اس کے جنازہ کے ساتھ جاتا تھا اور یہ شعر کہتا تھا:

شاہا فلک از سیاستت می لرزید ۔۔۔ پیش تو بطبع بندگی مے ورزید
صاحب نظرے کجاست کو در نگرد ۔۔۔ تا آن ہمہ مملکت باین مے ارزید

سرگذشت سلطان ۵۹۰ ہجری میں سلطان طغرل سلجوقی والی ہمدان نے سلطان تکش خوارزم شاہ کے لشکر پر فتح پائی تو کسی شاعر نے اس بارے میں یہ رباعی کہی:

ای پیش عزیزان تو خوارزمی خوار ۔۔۔ وز خنجر بران تو خوارزمی خوار
زین بیش نیارند کہ بینند بخواب ۔۔۔ در عرصہ سمنان تو خوارزمی خوار

سلطان طغرل رے میں جاکر مشغول شراب ہو گیا اور یہ رباعی کہی۔

مائیم درین جہان چرائیم و چمان ۔۔۔ بخشیم و خوریم و باد نا ریم غمان
بستیم ال بامانا ۔ و نہ خانہ شد مان ۔۔۔ چون عمر ہے ماند گو ہیچ نمان

ارکان دولت نے سلطان کو بہت سی عرضیاں لکھیں مگر ذوق عشرت سے اس پر کچھ غور نہ کیا تب وزیر نے اسکے حق میں یہ رباعی لکھی:

گر ملک فرید ونت ایس اندوز بود ۔۔۔ روزت ز خوشی چو عید نوروز بود
در کار خود ار بخواب غفلت باشی ۔۔۔ ترسم کہ تو بیدار شوی روز بود

جب خوارزم شاہ رے کے قریب پہنچا تو سلطان طغرل نے غرور جوانی اور نشہ شراب سے حملہ کیا اسوقت یہ اشعار شاہنامہ کے پڑھتا جاتا تھا:

چو زان لشکر کشن برخاست گرد ۔۔۔ رخ نامداران ما گشت زرد

له وقت ۲۱

خروشے خروشیدم از پشت زین	کہ چون آسیا شد پریشان زمین

مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ آسیا سے پہر مین اُسی کی عمر کا دانہ پس جاویگا دولت اس سے پھری ہوئی تھی اس لیئے گرتے ہی گھوڑے کے اسکلے پیر مین مار دیا گھوڑا گرا اور سلطان بھی گر پڑا اُسی دم تکش خوارزم شاہ نے اُسکا سر قلم کرکے خلیفہ بغداد کے پاس بھیجدیا اور جسم کو رے کے بیچ سولی پر چڑھایا اسبار مین کسی شاعر نے کہا ہے:

امروز بتنہا ملک جہان دل تنگیست	منصوبہ چرخ ہر زمان از رنگیست
دے از سر تو تا بفلک یک گز بود	امروز زسر تا بہ تنت فرسنگیست

جواب باصواب تکش خان نے سلطان طغرل کے ایک ندیم سے کہا کہ کیا سلطان کی یہی مردی تھی کہ ہمارے ایک حملہ پر بھی پاؤن نہ جما سکا ندیم نے یہ شعر پڑھا۔

ز ہیوان فزون بود بیشتر بزور	ہنر عیب گردد چو برگشت ہور

مناسب حال جبکہ تکش خوارزم شاہ نے سنجر والی نیشاپور کو پکڑا اور اسکی آنکھون مین سلائی پھیری تو اسوقت سنجر نے یہ دو بیتین کہین:

تا چرخ مرا بلند کیاسے برخاست	دل از سر کار این جہان سے برخاست
چون دست قضا چشم مرا میل کشید	فریاد ز عالم چو اسے برخاست

تاریخ فتح جبکہ سلطان محمد خوارزم شاہ نے گورخان قراخطائی پر فتح پائی تو اُس کا خطاب ظل اللہ فی الارضین رکھا گیا۔ اور نور الدین منشی نے سلطان کے واسطے یہ قطعہ کہا:

شہنشاہا جوان بخت توئی آنکہ	توان رفعت ز تو خواہد فلک قرض
عجب قدر تو کمتر نماید	زیک ذرہ جہان در طول و در عرض

ہمہ پاکان کرو بی بعہدت ۔ پس از تقدیم شرط سنت و فرض
ہمی گویند مہ و خورد وردِ ورد ۔ کہ السلطان ظل اللہ فی الارض

ہجو ملیح ۔ یہ نور الدین منشی باوجود فاضل ہونیکے شراب بہت پیتا تھا اسلئے اُس کے حق مین کہا گیا ہے

فضل تو و این بادہ پرستی باہم ۔ مانند بلندیست و پستی باہم
حال تو بچشم خوبرویان مانند ۔ کانجاست ہمیشہ نور و مستی باہم

نوبت سکندری ۔ جب سلطان محمد خوارزم شاہ نے غوریون کا ملک فتح کرکے اپنے بڑے بیٹے جلال الدین منکبرنی کو دیا اُسوقت اُسکا نام سکندر رکھا گیا اور اُسنے اپنے واسطے نوبت سکندری رکھی ۲۷ نقارے سونیکے بنوائے پہلے دن ۲۰ شاہزادون اور ۵ عزیزون اور دو سلطان کے خویشون نے وہ نوبت بجائی اسپر کسی شاعر نے یہ شعر کہا

فلک گفت کار تو بغایت رسید ۔ چو طبل ملک زنت از شہان شد پدید

تنبیہ سلطان ۔ جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ مغلون کے غلبہ سے کردستان مین جاکر مے پرستی ہوگیا تو نورالدین منشی نے اسکے واسطے کہا

شاہا ز مے گران چہ خواہد برخاست ۔ از مستی بیکران چہ خواہد برخاست
شہ مست و جہان خراب و دشمن پس و پیش ۔ پیداست کزین میان چہ خواہد برخاست

مناظرہ زن و شو ۔ ابن خطیب گنجہ معاصر سلطان محمود غزنوی بہت اچھا شاعر تھا اُسکے مناظرہ سے اپنی منکوحہ مہستی کیساتھ نہایت شیرین اور لطیف ہین کہتے ہین کہ اُسنے نکاح سے پہلے مہستی کو بلایا تھا مگر اُس نے قبول نہ کیا اور یہ جواب لکھ بھیجا

تن با تو بخواری اے صنم در ندہم ۔ با آنکہ ز تو بہشت ہم در ندہم
یکبار سر زلف بنجم در ندہم ۔ بر آب نسیم خوش و دم در ندہم

ابن خطیب نے مکر کرکے دوسرے کے نام سے اُس کو حاصل کیا اور بعد ملاقات اُس سے کہا۔

تن زود بخواری اے صنم در دادی ۔۔۔ از گفتہ خویشتن نیک باز استادی
گفتی خسپم در آب و نم در ند ہم ۔۔۔ بر خاک بخفتی و نم اندر دادی

کرامت شیخ سلہ - شیخ امام جعدہ تبریزی کو جب حال آتا تھا تو وہ جوان لڑکون کے کپڑے پھاڑ ڈالتا تھا اور اُن کے سینہ پر اپنا سینہ رکھدیتا تھا جب بغداد مین گیا تو خلیفہ کے پاس ایک خوبصورت چھوکرا تھا۔ اُس نے وہ حال سُن کر کہا کہ یہ بدعتی ہے اور کافر اگر مجھ سے ایسی حرکت کریگا تو مین مار ڈالونگا جب مجلس سماع گرم ہوئی تو شیخ نے کرامات سے وہ بات معلوم کرلی اور کہا

سہل است مرا بر سر خنجر بودن ۔۔۔ در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ کہ کافرے را بکشی ۔۔۔ غازی چو توئی روا است کافر بودن

خلیفہ کے چھوکرے نے اُس کے پاؤن مین سر رکھا اور مُرید ہوگیا۔

ہجو ملیح صاحب دیوان - ملک رضی ترمذی القاخان کے عہد مین دیار بکر کا حاکم تھا جب اُس کو معزول کرکے وہ اسامی جلال الدین سرائی مخنث کو دی گئی تو ملک نے یہ دو بیتین خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کو لکھ بھیجین۔

شاہا ستدی کشورت از ہمچو منے ۔۔۔ دادی بہ مخنثے نہ مردے نہ زنے
زین کار چو آفتاب روشن گشتم ۔۔۔ پیش تو چہ در زنے چہ شمشیر زنے

نوحہ مرگ انبوہ کمال اسمٰعیل صفہانی ایک شیرین خیال شاعر تھا۔ جب مغلون کے قتل عام مین مقتول ہوا تو یہ رباعی اپنے خون سے دیوار پر لکھ مرا۔

دل کو ست کہ تا بر وطن خود گرید ۔۔۔ بر حال خود و برین و قائع بد گرید

سلہ ۵ یہ قطعہ پہلے کسی صفحہ مین مولانا اوحدی کے نام سے حسب روایت مؤلف تذکرۂ آتشکدہ آذر کے لکھا گیا ہے ۱۲

وے بر سر مردہ دو صد شیون بود — امروز یکے نیست کہ بر صد گرید

مجادلہ زن و شو — مجد الدین ہمگر یزدی کی عورت سالخوردہ تھی اور اُس کے پیچھے پیچھے اصفہان مین آگئی تو ایک شاگرد نے مجد الدین سے کہا کہ مژدہ کہ خاتون بخانہ فرود آمد ہمگر نے کہا مژدہ دران بودے کہ خانہ بخاتون فرود آمدے یہ بات عورت تک پہونچ گئی اُس نے شوہر کو دیکھتے ہی عتاب آغاز کر کے کہا کہ پیش ازمن وتو لیلی ونہارے بودہ است ہمگر نے جواب دیا کہ پیش ازمن بلے اما پیش از تو حاشا کہ لیل ونہارے بودہ باشد ؛

محاکمۂ شاعری — اہل کاشان نے یہ اشعار انوری اور ظہیر کے بارہین بطور استصواب مجد الدین ہمگر کے پاس بھیجے تھے ؛

ای آن زمین وقار کہ بر آسمان فضل — ماہ خجستہ منظر و خورشید انوری
جمعے ز ناقدان سخن گفتۂ ظہیر ؛ — ترجیح مے دہند بر اشعار انوری
جمعے دگر برین سخن انکار مے کنند — فی الجملہ در محل نزاع اندو داوری
رجحان یک طرف تو بدین سان کہ ہست — زیر نگین طبع تو ملک سخن وری

ہمگر نے جواب مین یہ قطعہ لکھا ؛

جمعے ز اہل خطۂ کاشان کہ بردہ اند — در باب فضل و دانش گوے سخنوری
کردند بحث در سخن منشیان نظم — تا خود کہ سبقت سہ وری ورداوری
در انوری مناظرہ شان رفت و در ظہیر — تا مر کراست پایہ برتر ز شاعری
وز آب خاریاب یکے عرضہ داد در — وز خاک خاوران دگرے ز رجعفری
ترجیح مے نہادے یکے مہر بر قمر — تفضیل می نمود یکے حور بر پری
انصاف چون نیافت گروہ از دگر گروہ — سن بندہ را نظر شان[۱] بداوری
محضر نوشتہ چون بمن داعی آمدست — استفتا از دو سر ز سر نیک لحفری

[۱] یہ مصرع اسیطرح اصل مین تھا ۱۲ شاید یون ہو۔ سن بندہ را اگر بنظر شان بداوری

درکان طبع آن چو بگشتم گران گران
در قعر بحر این چو نمودم شناوری

شعرے یکے برآمد چون در شاہوار
نظم دگر بیامد چون زر جعفری

شعر ظہیر اگرچہ بیامد ز جنس نظم
باطرز انوری نہ زند لاف ہمسری

بر اوج مشتری نرسد نیز نظم او
خاصہ کہ ثنا گری و مدح گستری

طعم رطب اگرچہ لذیذ است و خوش مذاق
کے بہ بود بخاصیت از قند عسکری

بید ارچہ سبز و نغز و لطیف است و آمدآ
چون در چمن بجلوہ گہ بید عرعری

این است اعتقاد در سے در عذر گو
گر تو مقلد سخن مجد ہمگری

اے سالک مسالک فکرت درین سوال
معذور نیستی بحقیقت چو بنگری

تمیز را ز روے تناسب رزن و طرز
ہیچ اختیار نیست بدین شرح گستری

کین معجز است و آن سحر این شمع و آن چراغ
این ماہ و آن ستارہ و این حور و آن پری

تمام شد

انتخاب دوازدہم از تحفۃ الکرام - ماہ اکتوبر ۱۹۰۵ء

رہائی بذریعہ سخن - میر سید محمد عتابی بعد کسب فضائل اپنے وطن نجف سے دکن مین آکر عادل شاہ کا مصاحب ہو گیا تھا اور اسکے مارے جانے کے بعد شاہ دہلی کی خدمت مین آکر ممتاز ہوا مگر پھر بادشاہ کی ناراضی سے سات سال تک گوالیار کے قلعہ مین محبوس رہا اور آخر اس رباعی کے صلہ مین رہائی اور زادراہ پاکر حج کو گیا - رباعی

در بند شہان بادشہے می باید	لشکرکش و صاحب سپہے می باید
من خود چہ کسم در چہ شمارم چہ سگم	زندان ترا شہنشہے مے باید

ہذا اتفاق عجیب - خلیل بن احمد واضع علم عروض اسقدر زکی اور حاذق تھا کہ ایک حکیم آنکھ کی دوا دیتا تھا جو بہت مجرب تھی جب وہ مرگیا تو اسکا نسخہ کسی کو نہ ملا تب اسنے اسکے دوا رکھنے کے برتنون کو سونگھ سونگھ کر پندرہ دوائیان دریافت کین ایک مدت بعد جو اصلی نسخہ اس حکیم کا لکھا ہوا ملا تو سولہ دوائیان تھین جن مین پندرہ وہی تھین - خلیل سنہ ۱۷۰ ہجری مین مرگیا

لطائف ابوالعینا - ابوالعینا بن قاسم ظریفون مین سے تھا ایک دن وزیر کے پاس گیا - اسنے پوچھا کہ کیون دیر کر کے آیا تو کہا کہ میرے گھوڑے کو چور لے گئے تھے پوچھا کہان لے گئے کہا کہ مین اسکے ساتھ نہ تھا جو کہون

۲- ایک دن ایک آدمی کو رستہ مین کھڑا دیکھکر پوچھا کہ کون ہے وہ بولا کہ مین آدم کی اولاد مین ہے ایک آدمی ہون ابوالعینا نے کہا مرحبا میرا تو یہ خیال تھا کہ آدم کی اولاد نہین رہی ہوگی الحمدللہ کہ ابھی باقی ہے -

۳- ایک دن وزیر کی مجلس مین برامکہ کے احسان کا ذکر ہوتا تھا وزیر نے

کہا کہ شاعروں نے یہ جھوٹی باتین بنالی ہین ابوالعینا نے کہا وہ تو مر چکے ہین تم جیتے ہو چاہیے تھا کہ تمھاری جھوٹی باتین بناتے ۔

۴۔ ایک دن وزیر کی مجلس مین ابو العینا کسی سے کانا پھوسی کر رہا تھا وزیر نے پوچھا کہ کیا جھوٹ گڑھ رہے ہو کہا کہ تمھاری تعریف کرتے ہین۔

۵۔ ابو العینا جوانی مین اندھا ہو گیا تھا اور چالیس برس تک اندھا رہا متوکل خلیفہ نے ایک محل بنایا تھا اُسمین جشن کر کے ابو العینا کو بلایا اور پوچھا کہ تو اس قصر کے بارہ مین کیا کہتا ہے اُسنے کہا کہ لوگ تو دنیا مین گھر کرتے ہین اور تو نے دنیا کو گھر مین کر لیا ۔ متوکل نے خوش ہو کر تکلیف ملازمت دی ابو العینا نے کہا کہ جو کوئی بادشاہ کے دربار مین آتا ہے اُسکو چاہیے کہ خدمت کرے مین تو آنکھون سے معذور اور دوسرے آدمی کا محتاج ہون کیسے خدمت کر سکتا ہون ۔

لطیفہ ۔ ابو محمد قاسم بن علی حزامی صاحب مقامات حریری ڈاڑھی کو ٹو لیا کرتا تھا حاکم بصرہ نے منع کیا تو دق ہوا ایک دن امیر کو خوش کر کے اُس سے کہلوایا کہ مانگ تو اسنے کہا کہ تو میری ڈاڑھی کا خیال چھوڑ دے وہ ہنسا اور بولا کہ تو جان اور تیری ڈاڑھی ۔

فی البدیہہ ۔ مولانا شمس الدین علی یافعی نے اکثر قصیدے شاہ طہماسپ صفوی کے نام پر کہے ہین ایک دن شاہ اس سے کچھ کہتا تھا مگر وہ گرانی گوش سے نہین سنتا تھا مگر جب واقف ہوا تو یہ دو بیت فی البدیہہ کہہ کر دے گیا ۔

از گرانی نشد صدف گوشم	قول سشہ را کہ بود در ثمین
جاے آن بود کز گرانی گوش	پاے تا سر فرو روم بہ زمین

عذر ہدیہ - خواجہ غیاث الدین ایک دن ایک قبائے زربفت شاہ عباس ماضی کے پاس لے گیا جسمین یہ رباعی کڑھی ہوئی تھی -

اے شاہ سپہر قدر خورشید لقا ۔۔۔ خواہم ز بقا بقدر عمر تو قبا
این تحفہ بہ نزد چون تو شاہے عیب است ۔۔۔ خواہم کہ بپوشی از کرم عیب مرا

شاہ نے فرمایا کہ بچشم پوشیدم -

تناسخ - درویش حیدر ایک اچھا شاعر تھا اور مذہب تناسخ رکھتا تھا اپنے کو شیخ نظامی بتاتا تھا اُسنے اس باب مین کہا ہے -

در گنجہ فرو شدم پے دید ۔۔۔ از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید ۔۔۔ ہر چند فرو رود بر آید

ہجو ملیح - مولانا عبدی ایک خوش طبع شاعر تھا اُسنے کافی نام ایک شخص کی ہجو مین کہا ہے -

ہیچ است کہ ہیچم تا چہ کسست کافی ۔۔۔ کلبے براہ دیدم چون بر در رش رسیدم
دل گفت باش عبدی شاید کہ مینی اورا ۔۔۔ گفتم چہ ہیچ او را کافیست انچہ دیدم

ماجرائے عجیب - سنہ ۱۱۳۰ھ مین احمد آباد کے ایک سپاہی کے گھر لڑکا پیدا ہوا جسکے یہان چراغ جلانے کو تیل بھی نہ تھا اُسنے آنول نال گاڑنے کے لیے گڑھا کھودا تو ایک تانبہ کا طشت اشرفیون سے بھرا ہوا نکل آیا وہ طشت لیکر ایک ہندو دوکاندار کے پاس کچھ ضروری سامان خریدنے کو گیا دوکاندار کے یہان اسکے دادا کا لکھا ہوا تھا کہ مین نے اتنی اشرفیان ایسے ایسے طشت مین مکان کے پاس گاڑی ہین اُسنے وہ نشانات دیکھکر سپاہی کو پکڑ لیا مقدمہ حیدر قلی خان تک پہونچا جو اُسوقت وہان کا صوبہ دار تھا - اُسنے ہندو سے کہا کہ تمہارے مذہب کے مطابق تیرے دادا نے

اسکے گھر جنم لیا ہے اور اُسنے اپنے دفینہ کا پتہ اُسکو دیدیا ہے۔

لطیفہ۔ شیخ وجیہ الدین احمد آباد کے ولیون مین سے تھا اُس سے ایک مولوی نے کہا کہ یہ تمسے بعید معلوم ہوتا ہے کہ تمنے اُمّی مرشد کیا ہے اُسنے کہا الحمدللہ کہ میرا پیر مثل میرے پیغمبر کے اُمّی ہے۔

کرامات جوگی۔ کہتے ہین کہ گجرات مین مانک ناتھ جوگی صاحب دستگاہ عجیبہ تھا جب کہ سلطان احمد شاہ شہر آباد کرتا تھا مگر جوگی نہین چاہتا تھا اسلیے جو کچھ دن کو بنتا تھا رات کو گرجاتا تھا آخر بعد تفحص معلوم ہوا کہ ایک جوگی صاحب تصرف بالغ ہے جو دن کو تو اپنی گدڑی مین ڈورے ڈالتا ہے اور رات کو نکال لیتا ہے لوگ اسکے پاس آئے اور پوچھا کہ تجھ مین کیا قدرت ہے بولا کہ زمین اور آسمان کی خبرین دے سکتا ہون اور کمسے کم امتحان میرا یہ ہے کہ بہت تنگ منھ کے کوزہ مین سے نکل جاؤنگا اسکو تکلیف امتحان کی دیگئی جون ہی وہ کوزہ مین گیا شیخ احمد کھٹو نے کہا کہ کوزہ کا منھ مضبوط کرلو جوگی نے کہا تم جیت گئے میرا ارادہ تو نہین بنانے دینے کا تھا مگر خیر میرا ابھی کچھ نام رکھو تو جو بناتے ہو بن جائیگا۔ پس وہ جگہ مانک چوک مشہور ہے اُسکی تاریخ خیر ۸۱۶ اور مسجد جامع کی تعمیر ظل اللہ ہے۔

سوال وجواب عارفانہ۔ حقیقی محمد بیگ نام ایک نامی شاعر سورت مین تھا اُسنے ایک دفعہ یہ شعر کہا۔

در حقیقت دگرے نیست خدائیم ہمہ	لیک از گردش یک نقطہ جدائیم ہمہ

محمد فارق نے اسکے جواب مین کہا۔

قطرہ دیگر نیست کہ از بحر جدائیم ہمہ	بحر بر قطرہ بخندد کہ مائیم ہمہ

تشخیص وعلاج عجیب۔ ابوبکر محمد بن زکریا طبیب بغدادی اپنے زمانہ کا بقراط تھا

ایک آدمی کے پانون مین ایسا درد ہوتا تھا کہ وہ جینے سے مرنے کو بہتر سمجھتا تھا ابوبکر محمد نے کہا کہ مضبوط پٹی باندھو اور ایک کہاتی کو بلا کر دونو پنڈلیون کی ہڈیون مین سوراخ کرا دیا جسمین سے تین قطرہ کالے پانی کے ٹپکے پھر خشک بند بندھوا کر فوراً اچھا کر دیا۔

فی البدیہہ۔ ایک وقت خواجہ نظام الدین کے پانون مین درد ہونے لگا تو شمس الدین محمد عرف خالہ نے جو اُسکے ہمنشینون مین سے تھا یہ بدیہہ کہا۔

گر درد کند پاے فلک پیمایت	سرسے است از آن عرض کنم برر ایت
چون از سر دشمنت بجان آمد درد	آمد بتظلم که فتد در پایت

قدر خوشنویسی۔ جمال الدین عرف یاقوت خلیفہ بغداد مستعصم کا زرخرید تھا اور کئی قسم کے خط لکھتا تھا اُسکا لکھا ہوا ایک حرف ایک ٹکہ مین ایک لفظ دو ٹکہ مین ایک سطر پانچ ٹکہ مین ایک صفحہ سو ٹکہ مین ایک جزو پانچسو ٹکہ مین اور قرآن بیس ہزار ٹکہ مین بکتا تھا۔

لطیفہ۔ سلمان بن مہران دانشمندان کوفہ سے تھا اُسمین اور امام اعظم بوحنیفہ مین مذاق ہوا کرتا تھا سلمان اندھا تھا ایک دن بوحنیفہ اُس سے ملنے کو گیا اور خوش طبعی سے پوچھا کہ خدا تعالی جسکی بینائی لے لیتا ہے تو اُسکو اُس سے بہتر کچھ دیتا بھی ہے تجھے کیا دیا ہے کہا کہ کانون کو نہین دیکھتا اور تو اُنمین سے ہے۔

صفت ہدیہ۔ برہان الدین صدر نے جو نیشاپور کا شیخ الاسلام تھا ایک وقت ایک بادشاہ کو تلوار اور پگڑی بھیجی اور یہ قطعہ لکھا۔

پیش تخت تو شہا تیغے و دستارے چہ	سیف ستم خجل و سر نگین از مختصری
تا ہر آنکہ بجان بندہ درگاہ تو نیست	بیکے چشم بہ بندی بدگر سر ببری

فی البدیہہ - ایک دفعہ ملک طغان شاہ کے پاؤن مین درد ہوتا تھا برہان الدین نے یہ رباعی اسکو لکھ بھیجی -

گر پاے فلک سپاے ملک رنجور است	نزدیک خرد نہ از حقیقت دور است
او ہست جہان و زو جہان است بپاے	پاے ار کہ جہانے بکشد معذور است

لطیفہ - ابو محمد بن یحیی بن مبارک ایک دفعہ خلیل بن احمد کے پاس گیا جو گدی پر بیٹھا تھا اسنے اپنے برابر اسکو جگہ تو دیدی مگر ابو محمد نے اسکو دل مین تنگ دیکھ کر کہا کہ مولانا کی جگہ میرے آنے سے تنگ ہو گئی خلیل نے کہا کہ جہان دو دوست بیٹھین وہان جگہ تنگ نہین ہے مگر دو دشمنون کے واسطے تو سارا جہان بھی تنگ ہے -

بدیہہ وقت قتل - نصر اللہ خسرو ملک بن نظام شاہ غزنوی کا وزیر تھا جسنے کلیلہ دمنہ کا ترجمہ کیا ہے مگر ناموافقت روزگار سے قید ہو گیا اور یہ رباعی خسرو ملک کے پاس بھیجی -

اے شاہ مکن آنچہ بپرسند از تو	روزے کہ تو دانی کہ نترسند از تو
خورسند بہ ملک و دولت از خدا	چون باشم من ز بند خورسند از تو

مگر کچھ فائدہ نہوا اور آخرش قتل کیا گیا اسوقت اسنے کہا -

از مسند عز گرچہ ناگہ رفتیم	الحمد للہ کہ نیک آگہ رفتیم
رفتند و شدند و نیز آیند و شوند	ما نیز توکلت علی اللہ رفتیم

نوحہ وقت نزع - سلطان ابراہیم غزنوی کا وزیر قوام الملک نظام الدین صاحب الکبیر تھا اسنے ناموری کے بہت کام کیے تھے جب مرنے لگا تو کہا -

دریغا گوہر فضلم کہ در ضد وبال آمد	بچشم حاسدان فضلم ہمہ سنگ و سفال آمد

چو کلک من بہ بیان من بہ بیدی خاطر خوی	مراتب راخبر دادے کہ ہان عزّ و جلال آمد

مجادلہ زن و شوہر۔ خواجہ مجد الدین ہمگر اتابکان فارس کے عہد مین ملک الشعرا تھا وہ ایک دفعہ اپنی بوڑھی عورت کو یزد مین چھوڑکر اصفہان کو گیا تھا عورت بھی اُسکے پیچھے ہی پہونچی ملازمون نے خواجہ کو خوشخبری دی کہ خاتون گھر مین آگئی ہے کہا کہ خوشخبری تو یہ ہوتی کہ گھر خاتون پر آگرا ہے۔ عورت نے یہ بات سنکر گلہ کیا اور کہا کہ پیش از من و تو لیل و نہارے بودہ ÷ خواجہ بولا کہ پیش از من شاید اما حاشا کہ پیش از تو لیل و نہاری باشد۔ یعنی مجھسے پہلے تو شاید لیل و نہار ہو مگر تجھسے پہلے تو نجدا نہو گا۔

لطیفہ۔ جب امیر تیمور نے فارس فتح کیا تو چغلخورون کی کوشش سے شمس الدین حافظ شیرازی کو بلا کر کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کے آباد کرنے کے واسطے تمام جہان کو ویران کر دیا اور تو ایک خال ہندو کو بخشکر کہتا ہے۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے عرض کی ایسی ہی بخششون سے تو مین اس حال کو پہونچا ہون امیر تیمور ہنسا اور معاف کیا۔

قدر شعرا۔ حافظ شیرازی سلطان محمود شاہ بہمنی والی دکن کے عہد مین میر فضل اللہ انجو کے بلانے سے جو سلطان کا صدر تھا کشتی مین بیٹھکر آیا تھا مگر باد مخالف سے شیراز کو لوٹ گیا اور ایک غزل معذرت مین میر مذکور کو بھیجی سلطان نے کہا کہ ہماری ولایت کا ارادہ کیا اور محروم رہا پس دس ہزار تولہ سونا اسکے واسطے بھیجا۔

ایجادات امیر فتح اللہ میر فتح اللہ شیرازی نے دکن مین والی بیجاپور کے پاس پہونچکر منصب وکالت اور عضد الدولہ کا خطاب پایا تھا اخیر مین اکبر بادشاہ کے پاس پہونچکر رفیق سیر وشکار ہوا اُسکی ایک ایجاد تو یہ تھی کہ ایک آدمی ایک ساتھ ۲۰ بندوقون مین باروت بھر دیتا تھا دوم وہ ایک چکی پتھر کی گاڑی پہ لگا دیتا تھا جو راستہ مین ایک منزل سے دوسری منزل تک کئی من آٹا خود بخود پیس ڈالتی تھی سیوم رسی کا ایک سرا مرغ کے پانون سے باندھ دیتا تھا اور دوسرے سرے کو چالیس آدمی پکڑ کر کھینچتے تو نہین کھینچ سکتے تھے تب وہ مرغ کو ہلاتا وہ اُڑتا اور ان چالیسون آدمی کو زمین پر کھینچ لیجاتا تھا۔ اُسکی وفات ۹۹۸ھ مین واقع ہوئی۔

اصطلاحات اطعمہ ابو اسحق شیرازی عرف بسحق اشعار مین اصطلاح اطعمہ کی رعایت بہت کرتا تھا چنانچہ

نرگس کہ شبیہہ است بچشم خوش دلبر	گویند کہ دارد طبق از سیم پُر از زر
در دیدہ بسحاق نہ زر دارد و نہ سیم	ششتان تنکے دارد و یک صحن مزعفر

مطایبہ عیاثا حلوائی ایک شاعر شیرین سخن تھا جب اُسکے ماتانگی تھی تو یہ بیت کہی تھی۔

اے فلک بنگر کہ در سامان کدام افزون ترم	از تو اختر وز بیابان ریگ و ز دریا آبلہ

شعر پر عبرت مرزا صادق شیرازی ایک فقیر وضع بے پروا آدمی تھا اُسکی وفات کے دن لوگ اُسکا یہ شعر جنازے کے آگے آگے پڑھتے جاتے تھے عجب حال طاری تھا۔

از ازل صادق بدنیا میل آمیزش نداشت	چند روزے آمد و یاران خود را دید و رفت

معذرت۔ قاضی احمد اللہ عرف قاضی لاغر ایک دفعہ حاکم سیستان سے

دیکھکر قندھار مین گیا قاضی ہوگیا اور یہ قطعہ معذرت مین بھیجا۔

شہنشہا ز کرم عذر بندہ را بپذیر — ز صحبتت و سہ روزے اگر کنارہ کنم
ز خدمت تو مرا مانع است امر قضا — تو خود بگو کہ با امر قضا چہ چارہ کنم

حسب الحال۔ خوشتر پسر محمد افضل سرخوش صاحب تذکرہ کلمات الشعرا اول قاسم نام ایک قناد چھوکرہ پر مائل تھا اور پھر یوسف نام دوسرے چھوکرہ پر عاشق ہوگیا چنانچہ اس بارہ مین کہتا ہے۔

از بسکہ بعشق اعتبار است مرا — ہر دم بنگرے لبے مدار است مرا
از قاسم قناد گذشتم خوشتر — با یوسف مصری سر و کار است مرا

معارضۂ شاعرانہ۔ یکتا مخاطب احمد یار خان اقسام شعر گوئی مین یکتا تھا اور اواخر عہد عالمگیری مین صوبہ دار ٹھٹھہ کا تھا مگر پھر اپنے وطن خوشاب ضلع لاہور مین رہتا تھا لاہور مین محمد عاقل نام ایک شخص کا بھی یکتا تخلص تھا جب اُس یکتا نے یہ سنا تو کہا کہ ہم یکتا نہین رہے بلکہ دوتا ہوگئے اور شاعرون کو جمع کرکے ایک غزل طرح کی اسمین وہ اس یکتا سے بڑھ گیا اور شاعرون کے مہر و دستخط سے اپنی یکتائی کا محضر لکھا لیا۔ محمد عاقل یکتا شعر کی چوری مین متہم تھا۔

طبع آزمائی شعرا۔ میر محمد مراد لکھنوی شوق دیدار صائب مین سپہل ایران کو گیا صائب نے نہایت تعظیم و تکریم کی اور اپنے دیوان خانہ مین ٹھہرایا اور اُسکی فکر سخن کو پسند کیا وہ کہتا تھا کہ مین نے کبھی مرزا صائب کو شعر کے واسطے متفکر نہین دیکھا مگر ایک دن۔ پوچھا تو اُسنے ہنسکر کہا کہ اسوقت یہ شعر فردوسی کا یاد آیا ہے۔

بفرمود تا رخش را زین کنند — دم اندر دم نائے زرین کنند

اور شفائی نے اسکا یہ جواب دیا ہے —

بفرمود تا زین بر ابرش نہند	چہ زین ہمہ بالاے آتش نہند

مین چاہتا ہون کہ اسکا خوب جواب دون مین نے عرض کی کہ یہ فکر مجکو دیدو مہربانی سے اسنے قبول کیا مین نے رات کو غور کر کے یہ بیت کہی جسکو سنکر اسنے تحسین کی —

بفرمود تا زین بر ادہم کنند	چہ پشت صبا مسند جم کنند

سودا اوراق (صاحب تحفۃ الکرام) کو ان بیتون کے پڑہتے وقت یہ بیت بدیہہ خاطر مین آئی —

بفرمود تا بر فرس زین کنند	فلک را بماہ نو آزین کنندا

مادہ ہاے تاریخ حسب حال جب شاہ جہان بادشاہ نے تخت نشین ہو کر اپنے بھائی شہریار کو اندہا کیا تو اسنے اپنے حسب حال یہ تاریخ کہی

ز نرگس گلاب ارچہ نتوان کشید چو سعد کسے از تو تاریخ مین	کشیدند از نرگس من گلاب بگو کور شد دیدۂ آفتاب

غریب اتفاقات سے تاریخ تولد عالمگیر بادشاہ آفتاب عالمتاب تھی اسنے ہنگام جلوس خود آفتاب عالمتاب ام تاریخ کہی اور اسکے مرنے کی تاریخ میر عبد الجلیل نے فی آفتاب عالمتاب پائی — اسکے بعد بڑا بیٹا معظم عرف شاہ عالم بہادر شاہ غرہ محرم سنہ [illegible] کو تخت نشین ہوا تو اسنے اپنے جلوس کی تاریخ آفتاب عالمتاب من — کہی

سلہ	سنہ [illegible] ہجری	ان تاریخون سے شاعرون و مورخون کی جدت طبع و سیاق دانی ظاہر ہے —
سکو	سنہ [illegible] ″	
سکو	سنہ [illegible] ″	
سکو	سنہ [illegible] ″	
شہ	سنہ [illegible] ″	

تاریخ وفات مرزا کامران - ہمایون بادشاہ کا بھائی مرزا کامران کعبہ مین جا کر مرا تھا ایک شاعر نے - بادشاہ کامران بکعبہ مرد + اور دوسرے نے بگوشاه محروم در مکہ ماند + کہی تھی -

تاریخ حسب حال - مرزا کامران کا ایک لڑکا مرزا قاسم شوکتی تخلص بہت ذہین و ذکی تھا وہ آگرہ کے قلعہ مین مرا تو کسی نے اُسکی تاریخ مین کہا

نماند از کامران نام و نشانے

یہ شعر شوکتی کا ہے -

قضا بکشتن من این قدر شتاب مکن	بجواہم از ستمت مرد اضطراب مکن

ذہانت خداداد - شافعی کی مان زاہدہ تھی آدمی اُسکو امانت سونپ جایا کرتے تھے ایک دفعہ دو آدمی ایک جامدانی سونپ کر یہ کہہ گئے تھے کہ دونون آکر لے جائینگے مگر چند عرصہ کے بعد ایک شخص آکر لے گیا پھر دوسرا لینے آیا اور کہنے لگا کہ شرط تو دونون کے آکر لیجانے کی تھی - یہ سنکر وہ شرمندہ ہوئی اُسیوقت شافعی جو ۶ برس تھا مکتب سے آیا اور بولا کہ ہان وہ شرط قائم ہے تو جا اور اُسکو لے آ - وہ آدمی عاجز اور خجل ہوکر چلا گیا -

فی البدیہہ - ابوالقاسم حسن عنصری اپنے زمانہ کا ملک الشعرا تھا نظامی عروضی نے چار مقالہ مین لکھا ہے کہ یمین الدولہ محمود ایک رات عالم مستی مین ایاز کی زلفون کو دیکھکر خیال خط نفس سے مست ہوگیا ایاز نے کہا کہ حق کو باطل کے شامل نہین کرنا چاہیے فرمایا کہ اپنی زلفین کاٹ ڈالے اُسنے کاٹ ڈالین صبح بادشاہ ہوش مین آیا تو بہت تڑپا تلملایا اور

۹۶۴ سنہ ہجری
۹۶۳ سنہ ہجری

گھبرایا کہ میرے ہاتھ سے کیا کام ہو گیا کسی کو اُسے تسلّی دینے کی جرأت نہوئی تب علی حاجب نے عنصری سے کہا کہ سلطان کو بحال کر اُسنے حاضر ہو کر یہ بدیہہ کہا۔

گر عیب سر زلف بت از کاستن است　　چہ جای بغم نشستن و خاستن است
جای طرب و نشاط و می خواستن است　　کاراستن سرو و پیراستن است

سلطان نے اُسکا منھ تین بار جواہرات سے بھرا اور مطربون نے اس رباعی کو ترانہ بنا کر گا کر اُسکو اور خوش کیا۔

فی البدیہہ۔ شمس الدین الباقلانی علم و فضل مین اپنے ہمسرون سے بڑھ گیا تھا ایک دفعہ خواجہ نظام الملک کو خارش ہو گئی تھی اُسنے یہ رباعی کہہ کر سب شاعرون کے ورق دھو دیے[1] تھے۔

دست تو کہ ابر نوبہار کرم است　　زو گردون چرخ زیر بار کرم است
بر دست تو گر نیست بگویم[2] آن چیست　　آن گلبن جود و خار خار کرم است

ایجاد عجیب۔ شاہ ناصر خسرو جب یمگان علاقہ بدخشان مین رہتا تھا تو اُسنے ایک حمام بنایا تھا جو عجائبات عالم سے تھا اُسکے جامہ[3] خانہ مین ۲۴ حلقے تھے جب ایک حلقہ کو کھینچتے تھے تو ایک دروازہ کھلتا تھا اور ایک قبہ مثل جامہ خانہ کے نکل آتا تھا اُسکے دیوارون پر سات طبقہ کا ایک گھر تھا اُن سات طبقون کے ہر ایک حلقہ کو جب کھینچتے تھے تو حمام کا دروازہ پیدا ہو جاتا تھا مگر اُن ساتون طبقہ کا جاننے والا ایک حمامی کے سواے اور کوئی نہ تھا اگر اُسکے سواے دوسرا آدمی اُن

---

[1] یعنی رد کر دیے۔ [2] بمعنی خارش۔
[3] وہ مکان جہان نہانے کے لیے کپڑے اُتارتے ہین۔

سات حلقون کو کھینچتا تو اپنے کو جامہ خانہ اول مین پاتا دوسری عجب بات یہ تھی کہ اس حمام کے تمام گھر ایک چراغ سے روشن ہوتے تھے کہتے ہین کہ ابتک اُس عمارت کے آثار باقی ہین —

لطیفہ — جویا اور گویا کشمیر مین دو شاعر تھے کسی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ کیا کوئی شاعر کشمیر مین ہے کہا ہان جویا اور گویا دو بھائی ہین پوچھنے والا بولا جب تو گویا طالب کلیم کے دو ٹکڑے کرکے یہ دو بھائی پیدا ہوے ہین کیونکہ طالب کے معنی جویا اور کلیم کے گویا ہین —

لطف سخن — بدیع الزمان عبدالواسع جرجستانی ایک کاشتکار دہقان تھا ایک دن سلطان سنجر کپاس کے کھیت پر جانکلا کیا دیکھتا ہے کہ عبدالواسع اونٹون کو کھیت کھانے سے روکتا ہے اور یہ بیت پڑھتا ہے

اشتر دراز گردنا دانم چہ خواہی کردنا	گردن فرازی میکنی پنبہ بخواہی خوردنا

سلطان نے اس کلام سے اسکا لطف طبع جانکر نوکر رکھ لیا اُسکا کام بتدریج اسقدر بڑھا کہ سب لوگ حسد کرنے لگے — بہارستان مین لکھا ہے کہ شاعرون کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اُسکے مشہور قصیدہ کا جواب نہین دیسکا ہے جو اُسکے دیوان کے عنوان مین درج ہے اور جسکا یہ مطلع ہے —

کہ دارد چو تو معشوقی نگار چابک دلبر	بنفشہ زلف و نرگس چشم و لالہ روی و نسرین تن

رباعی دربیان ہرا[1] ت بالاختصار

لہراسپ نہاد وست ہری را بنیاد	گشتاسپ دگر در و بنا یے بنہاد
بہمن پس ازان عمارتی دیگر کرد	اسکندر رو بیش ہمہ داد بباد

[1] مخفف ہرات —

کرامات ابدال ۔ محمد چرخ گر ہرات کے ابدالون مین سے تھا ایکدن مسجد مین سویا ہوا تھا پانی کا ایک کوزا گر گیا تھا خادم نے پیشاب سمجھکر اُسکو ستایا تو وہ ایک آہ مار کر نکلگیا فوراً آگ لگ اُٹھی مسجد جلگئی وہان سے بازار مین جا پہونچی جسکو جلہ فروشان کہتے تھے سلطان محمد الدین طالبہ کو جو یگانہ روزگار تھا خبر دی گئی وہ چرخ گر کے پیچھے گیا اور اُسکے پاس پہونچکر کہنے لگا کہ چرخ گر مسلمانون کے شہر کو کیون جلاتا ہے چرخ گر نے لوٹ کر اپنا غصہ آگ پر ڈالا آگ بجھ گئی اور یہ رباعی پڑھی ۔

آن آتش دوشین کہ برافروختہ بود
در سوختن از دل من آموختہ بود
گر آب دو چشم من نہ دادی یاری
چہ جملہ فروشان کہ ہمی سوختہ بود

صاف گوئی ۔ مولانا مظفر ایک دفعہ سلطان غیاث الدین کرت والی ہرات سے روٹھکر شیراز مین شاہ شجاع کے پاس گیا اُسنے تجمل کے واسطے بہت سے فاضلون کو جمع کر کے ایک جگہ مولانا کے لیے مقرر کی مولانا وہان بیٹھکر شاہ کے زیلوچہ[1] کے کنارہ پر جا بیٹھا اُسکے اور شاہ کے درمیان زیلوچہ اور تکیہ ہی رہ گیا تھا شاہ نے گران خاطر ہوکر پوچھا کہ خر اور خراسانی کے درمیان کیا فرق ہے اُسنے کہا کہ زیلوچہ اور بالش ۔ شاہ کمال تحمل سے پی گیا اور آش یعنی کھانا منگوایا جو اکثر سونے اور چاندی کے برتنون مین تھا شاہ نے مولانا سے پوچھا کہ خراسان مین بھی ایسے تکلفات کی رسم ہے یا نہین کہا کہ اس قسم کے طبق اور کاسہ کے تکلفات تو نہین ہوتے مگر وہان کے کاسون مین آش زیادہ ہوتا ہے شاہ کو یہ باتین جو خوشامد سے نہین کہی گئین تھین

[1] غالیچہ ۱۲

پسند آئین اور اُسکو بعد عنایت و رعایت تمام رخصت فرمایا۔

حسب حال ۔ خواجہ مجدالدین ہراتی جو اکبر بادشاہ کا ملازم تھا مجنون اور فرہاد کے حال مین کہتا ہے۔

مجنون بزبان حال دایم در دشت
لیلی گویان بگرد وادی میگشت
میگشت وہمیشہ برزبانش لیلی
لیلی میگفت تا زبانش میگشت

ولہ

پیوستہ بیاد لعل شیرین فرہاد
میکرد بتلخ کامی خود فریاد
جانداد و نیافت کام دل از شیرین
شیرین میگفت و جان بتلخی میداد

ثمرۂ ہجو ۔ قاسمی ہراتی نے مولانا ولی کی ہجو مین جو دارو ہرات ہوا تھا کہا تھا

بیچارہ ولی چو نقل ہر موزون کرد
از بہر فنش غارت صد مضمون کرد
چون مہر حقہ باز ہر نکتہ کہ دید
در گوش نہاد و از دہن بیرون کرد

ولی کے معتقدون نے ایک رات راستہ روک کر اُسکو زخمی کیا مگر کچھ جان باقی تھی اسلیے بھاگ کر قراہ مین چلا گیا اور اُس ملک مین اُسکو روزگار ملگیا۔

مطایبہ ۔ مولانا عبدالعلی نجاتی خوش طبعان زمانہ سے تھا اور ہنسی دل لگی کے اچھے اچھے شعر کہتا تھا۔ چنانچہ

اے کاسۂ تو سیاہ و دیگ تو سفید
از آتش و آب ہر دو بریدہ امید
آن شستہ نمیشود مگر از باران
وین گرم نمیشود مگر از خورشید

منہ

اے خواجہ کہ عمر تو فزون از شصت است
برخوان تو ہرگز کسی نہ نشست است
نان تو مگر لشکر چنگز خان ست
کانرا بہمہ عمر کسی نہ شکست است [1]

[1] یہ دونون رباعیان کسی بخیل کی ہجو مین ہین۔

خاصی بوکالت۔ جب کہ سلطان سنجر بہرام شاہ کو سزا دینے کیلئے غزنین کو روانہ ہوا تو بہرام شاہ مین اُسکے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اسلیے امام محمد کو وکیل کرکے بھیجا اُسنے سلطان کے معسکر مین پہونچکر بعد آداب عرض کیا کہ بہرام نے اسی خاندان سے بادشاہی پائی ہے وہ زمین [illegible] پوچھتا ہے اور کہتا ہے

گر آب دہی نہال خود کاشتہ　　ور پست کنی بنا خود افراشتہ
من بندہ ہمانم کہ تو پنداشتہ　　از دست میفگنم چو بر داشتہ

سلطان خوش ہوکر اپنے ارادے سے در گذرا۔

مجادلہ با بادشاہ۔ امیر شمس الدین سبزواری رفعت قدر وشان مین تمام اکابر شہر بلکہ سب بزرگان خراسان پر فوقیت رکھتا تھا سبزوار کا قریبا قریب چوتھا حصہ اُسکا خریدا ہوا تھا اور چونکہ صاحب طبل و علم ہوا تو وہ ساری ولایت مع ششہ زار ایکے اُسکی جاگیر مین مقرر ہوگئی کیونکہ جب عبد اللہ خان والی توران ہرات پر غالب آیا تو سب اہل خراسان اُسکے مطیع ہوگئے مگر شمس الدین علی نے اطاعت نہ کی خان نے اُسکی دلجوئی کے واسطے فرمان بھیجا اُسمین یہ بیت لکھی تھی۔

نہال دوستی بنشان کہ کام دل ببار آرد　　درخت دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

امیر نے بلا دغدغہ جواب مین اسی غزل کا یہ حسن مطلع لکھ بھیجا۔

چو رندان خراباتی بعشرت باش با زندان　　کہ درد سر کشتی جا بکران مستی خمار آرد

عبد اللہ خان کو اُسکی جرأت پسند آئی اور کچھ مزاحمت نہ کی جب یہ حال شاہ اسمعیل صفوی خسرو ایران نے سنا تو اُسکو خطاب سلطان سے سرفراز کرکے ولایت سبزوار بخشدی۔

استغنائے شاعر۔ جب شیخ آذری ہند مین آیا تھا تو سلطان محمد جونہ نے

اول صحبت مین ہی پچاس ہزار دینار اُسکو عنایت کیے مگر جب سلطان کے وکیلون نے چاہا کہ وہ بھی مثل تمام لوگون کے جو رسم اس ولایت کی ہے تعظیم اور تواضع کرے تو اُسپر یہ خفت گران گذری اور وہ رقم واپس کرکے ایک قصیدہ مین اُسکا اظہار کیا۔

من ترک ہند جیفہ جیبال گفتہ ام	باد بروت جو نہ بیک جو نخریدم

حاضر جوابی۔ ایک دن امام قشیری ابو المعالی کے گھر کی چھت پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ چنگ بجاتا اور اُسکے تارون کو ہلاتا ہے اُسنے کئی آدمیون کو لاکر گواہ کرلیا اور دوسرے دن سلطان ملکشاہ کی مجلس مین اُس سے پوچھا کہ چنگ بجانا حرام ہے یا حلال۔ کہا حلال۔ پوچھا حلال کسطرح تو کہا کہ دو چنگ بجانے والون مین جھگڑا ہوا ایک نے تین طلاق کھاکر قسم کھائی کہ تو نے غلط بجایا اُسنے بھی سو گند کھائی اور کہا کہ مین نے صحیح بجایا ہے دونو مفتی کے پاس گئے اگر مفتی غلط اور صحیح نہین جانے تو کیا حکم دے سلطان ہنسنے لگا اور یہ قضیہ اس لطیفہ پر ٹل گیا قشیری پھر کچھ نہ بول سکا۔

مطایبہ۔ شلکی سلطان سنجر کے ندیمون مین تھا اور ہنسی مذاق کی باتون سے اسکا غم غلط کیا کرتا تھا جب کہ سلطان دوبارہ قوم غز سے شکست کھا کر آیا تو کہا۔

بار دیگر از برائے جنگ غز	لشکر سلطان علم بفراختند
چون مجال تیر شان یک یک نبود	ہمچنان باکیش سے انداختند

ہجو۔ صدر الدین خجندی اصفہان کے رئیسون مین سے تھا ظہیر اس سے

سلہ کیونکہ یہ بات خلاف مذہب اہل اسلام تھی جسمین گانا بجانا منع ہے ۱۲ سلہ تیر باکیش یعنی تیردان انداختن مُراد بھاگ جانے سے ہے ۱۲

ملنے کو عراق میں آیا اور بلا اطلاع اسکی مجلس میں چلا گیا اُس نے جیسا کہ چاہیے تھا خاطر نہ کی اسلیئے ظہیر آزردہ ہوکر اٹھا اور ایک قطعہ ہجو کا کہکر چلا گیا۔

بددعا کمال الدین اصفہانی دولتمند آدمی تھا اور ہمیشہ محتاجون کی مدد کیا کرتا تھا ایک دفعہ کچھ نالایق لوگون نے دعدہ کرکے اسکو چھیڑا تو اُسنے یہ چند اشعار کہے۔

اے خداوند ہفت سیارہ	فلانے را فرست خونخوارہ
تا در دست را چو دشت کند	جوے خون آورد زجو بارہ
عدد مردمان بیفزاید	ہر یکے را کند بصد پارہ

اسی عرصہ میں اوکتائی قاآن کے لشکر نے حملہ کرکے اصفہان کو ویران کردیا اور قتل عام کرکے کمال الدین کو بھی شربت شہادت پلا دیا اُس نے اُسوقت یہ رباعی کہی۔

دل خون شد و شرط جانگدازی اینست	در حضرت او کمینہ بازی اینست
با اینہمہ من ہیچ نمی یارم گفت	شاید کہ مگر بندہ نوازی اینست

قدر وقیمت خوشنویسی - مولانا بابا اصفہانی خط نستعلیق بہت خوب لکھتا تھا ہزار بیت کی اجرت مین تومان جسکے ایک سو روپیہ ہوتے ہین لیتا تھا اور شعر بھی کبھی کبھی کہتا تھا۔

خلاصی سخن - ابوالقاسم امری علوم غریبہ مین عبور تام رکھتا تھا شاہ طہماسپ صفوی نے اُسکو باتہام تناسخ قید کرکے اندھا کردیا تب اُسنے یہ رباعی کہی۔

شاہا ز لباس نور عورم کردی	وز دیدہ کہ خود چو روز ورم کردی
سی سال کہ مداح تو بودم شب و روز	این جایزہ ام بود کہ کورم کردی

لہ جوے سے مراد ازین یا نام خاص ندی جو اصفہان مین ہے دوسرا یہ شعر یون بھی سنا گیا ہے سے جان دادم و شرط جانگدازی نیست ٭ در حضرت با کمینہ بازی نیست ٭

جب مجلس میں مایوس ہو گیا تو یہ قطعہ براہ ظرافت عرض کر کے خلاص ہوا۔

اہل قلعہ مرا است بار ستیش	ہر سر موی او ہزار ستیش
آستین برا اگر بیفشانم	میرود تا بہ قند ستیش

قطعہ پدر ۔ ابوعلی ایک شاعر خوش طبع تھا اس نے اپنے باپ حکیم خباز کے باب میں کہا ہے۔

گفتم از روی نصیحت بحکیم خبازی	چہ کنی تا کہ مریض از در تو آید و رود
نہ کہ ہر عاجز و بیمار با سبب شفا	شادمان سوی در تو آید و ناشاد رود
گفت بابا تو ندانی کہ گناہ من نیست	صید را چون اجل آید سوی صیاد رود

مرثیہ پر عبرت ۔ مولانا علی صورت شان نے اپنے بیٹے رضا نام کے مرثیہ میں کہا ہے۔

پسرے داد ایزدم ز قضا	ہم قضا نام او نہاد رضا
عاقبت ہم قضا رضا را برد	حکم داد ام رضا بقضا

ہجو ۔ میر نظری نے شمس دوہ کے حق میں کہا ہے۔

شمس دوہ آنکہ کرد پیسی بیش	دارد ز فلک انتر اسباب پیسی بیش
یک دو پیسہ کر بستہ شمس افتد	چون لگد پیسی خرد دارد بیش

ایضاً ۔ میر علی نجاری نے بھی نسبت ہے یہ رباعی شمس دوہ کے واسطے کہی تھی۔

شمس دوہ را چو دید شیطان در راہ	برگشت ز راہ تا نگردد گمراہ
شمس از پے او دوان شیطان بگفت	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

صفت کور شدن ۔ مرزا ابوالقاسم قاسم تخلص شاہزادگان

سلہ چون سلہ پیسی یعنی مرض برص سلہ داغ

صفوی مین سے تھا جب شاہ صفی نے اُسکو اندھا کیا تو اُس نے یہ رباعی کہی -

آزردہ ترنا دیدن روی پدرم	ورنہ بخدا کہ این زمان شاہ ترم
قطع نظر از مردم چشم کردند	تا منت مردمان نباشد بسرم

مطابقت احکام رمل مولانا محمد اردستانی اعجوبہ روزگار تھا

علم نجوم رمل ہیئت اور ریاضی مین اُسکو پوری مہارت تھی ایک دن اُس سے مرزا الغ بیگ نے کہا کہ رمل کھینچکر مجھے مافی الضمیر کی خبر دے کہا کہ حرم کی طرف کا کچھ خیال ہے مرزا نے پھر پوچھا تو کہا ایک بیگم کو تو شاہی قتل کریگا اور دوسری کو جو بادشاہ ترکستان کی لڑکی ہے طلاق دیگا مرزا نے اُسکے طلاق دینے سے جو نہایت تعجب تھی استفسار کیا چندروز بعد اُس نے ایک بیگم کو [illegible] بادشاہ اور خان ترکستان کی لڑکی سے اُسکی اتنی بڑائی کی کہ طلاق دینا پڑی -

ایضاً - ایسے ہی ایک دفعہ مرزا نے خطا کی طرف ایلچی بھیجے تھے اُنکے آنے مین دیر ہوئی تو مولانا سے پوچھا وہ بولا بادشاہ کو خطا کے ایلچیون کی فکر ہے اور وہ فلان وقت آتے ہین خان خطا نے اتنے شقار[1] بھیجے ہین اُن مین اتنے زندہ اور اتنے مردہ ہین زندون کا رنگ ایسا ایسا ہے اور مردون کا ایسا چنانچہ جیسا اُس نے کہا ویسا ہی ظہور مین آیا -

ایضاً - روضۃ الصفا مین عبد الباری کے کہنے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ مین نے طاعون کے خوف سے مع خویشان و متعلقان و مردم دیگر کے سمرقند چھوڑ کر راستہ مین مولانا سے ملا تو بولا کہ تو خوف زدہ سا بھاگا ہوا معلوم ہوتا ہے تجھے تو کچھ ضرر نہ ہوئیگا مگر تیرے ہمراہیون مین سے اٹھارہ آدمی طاعون سے مرجاوینگے

[1] شقار - نام جانور شکاری از قسم باز و جرہ و چرغ وغیرہ -

عرض بے موقع یوسفی جرباد قانی شاہ عباس ماضی کے شاعرون مین تھا جب شاہ نے شانی تکلو کو روپیہ مین تولا تو یوسفی نے بھی اُسی طمع سے ایک قصیدہ نذر کیا بادشاہ نے فرمایا کہ ہم خزانہ مین تھے تب شانی تکلو نے قصیدہ سنایا تھا اور اُسکو روپیون مین تولا گیا اب جو ہم طویلہ مین ہین تو کیا تجکو لید مین تولین۔

دعا بے اثر مولانا حسن نے کاشانیون اور قزلباشون سے کہا کہ مین ایک ایسی دعا جانتا ہون کہ جو پڑھون تو تم نہ بھاگو کاشان کے بیوقوف آدمی اسکے دھوکے مین آ گئے جب یکان بیگ ولد محمد خان ترکمان سے لڑنے کو گئے تقضا سے اُسکی دعا موثر نہوئی اور سات سو آدمی جن مین چار سو سید تھے مارے گئے تاجی نے اپنے باپ کی ہجو مین کہا۔

بابا کہ ہمیشہ ہرزہ کاری فن اوست	جمعے کہ ز عقل دور باشد تن اوست
برگردن اوست ہجو برگردن سر	خون شہدا تمام در گردن اوست

ولہ

بابا تو ردا بگردن انداختۂ	دائم علم ستیزہ برافراختۂ
مانند بنی اُمیہ بر منبر وعظ	صد نقل دروغ بر نبی ساختۂ

تشبیہ خود تصنیفی ماہر موسیقی صنعت تصنیف مین ہر طرح سے واقف تھا اُس نے اپنے واسطے کہا ہے۔

تصنیفی بہ بزم دوست محرم نشدی	القصہ قبول اہل عالم نشدی
خوانندہ و شاعر و مُصنّف نقاش	این جملہ شدی و لیک آدم نشدی

سخن بے غرض گلخنی شیدی کا بھانجہ بہت بے پروا بے تعلق اور بیباک تھا ایکدن ابوالغازی سلطان حسین مرزا بہاری سے ڈولی مین بیٹھا ہوا خیابان ہرات کی سیر کر رہا تھا راستہ مین گلخنی ملگیا تو پوچھا کہ آخر کیا کام رکھتے ہو کہا دو چلتے ہوئے پاؤن رکھتا ہون اُنسے سیر کرتا ہون مُردہ کے موافق نہین ہون کہ لکڑی پر باندھا جاؤن مرزا غایت خوش طبعی سے ہنسی مین ٹال گیا۔

معارضہ شاعرانہ میر اشکی نے مرض موت مین اپنے دیوان میر حیدائی کو مرتب کرنے کے واسطے دیے تھے اُسکے مرجانے پر میر حیدائی نے جو اچھے دیکھے وہ تو اپنے نام پر کر لیے باقی پانی مین ڈال دیے طریقی ساوجی نے اِس بارہ مین کہا ہے۔

اشکی نامراد را کشتی	عقل حیران خون خفتہ اوست
بتو وا ماند چار دیوانش	شعر وا ماندہ تو گفتہ اوست

طعنہ ازبکان ایک وقت ازبک خراسان سے شاہ عباس سے زک کھا گئے دربارے گئے تو ایک بابا سلطان نام نے کہا۔

صد شکر کہ نسل ازبکان شد معدوم	از باطن فیض امام معصوم
گو ہند سگے باند از ایشان باقی	باقی معلوم و قدر باقی معلوم

تالیہ شاعرانہ ۵۰۳ ہجری مین ملک ابراہیم غزنوی کو خبر ملی کہ شاہزادہ سلطان ملک شاہ کے پاس عراق جانے کی فکر کر رہا ہے ملک نے غیرت سے بیٹے کو قید کر دیا اور اسکے مصاحبوں کو بھی — از انجملہ مسعود سلمان کو قلعہ نائی مین بھیجا اُس نے کچھ دنوں بعد یہ رباعی لکھی اور کسی قصیدہ کے بیچ مین لکھ کر بھیجی

در بند تو اے شاہ ملک شہ باید	از بند تو پائے تاجداری شاید
آن کس کہ ز پشت سعد سلمان آید	گر زہر شود ملک ترا نگزاید

حسن طلب مولانا نظام الدین بائی شاعر ۹۲۱ھ مین مرگیا تو اُس کے لڑکے نے یہ رباعی کہکر ابوالغازی سلطان حسین مرزا سے قبر کے لیے پتھر مانگے۔

سرفراز نظام سحر کلام	داشت در جہان و دل محبت تو
از چہ رو ماندہ قبر او بے سنگ	نیم آمد از شکست تو
در زمان حیات چون نکشید	منت دیگران بدولت تو
در تہ خاک نیز آن بہتر	کہ بود زیر بار منت تو

شاعر وزند — وفائی شاگرد غزالی اکثر اشعار حیرتی کا تتبع کیا کرتا تھا ایکدن اُس نے اپنا

شعر حیرتی کے آگے پڑھا اور کہا کہ یہ مضمون میرا ہے کیا خوب باندھا ہے حیرتی نے کہا کہ جو تم پگڑی اچھی باندھتے تو وہ بھی تیری ہو جاتی ۔

سوال و جواب شاہانہ کار کیلان احمد سلاطین گیلان سے تھا شاہ طہماسپ صفوی نے ۹۴۳ھ میں اسکا ملک لیکر اسکو قلعہ قہقہہ میں قید کر دیا اس نے وہاں سے یہ رباعی شاہ کو بھیجی

از گردش چرخ واژگون میگریم ‏ وز جور زمانہ بین کہ چون میگریم
با قد خمیدہ چون صراحی شب و روز ‏ در قہقہہ ام ولیک خون میگریم

شاہ نے بھی جواب میں اسکو یہ رباعی لکھی ۔

آن روز کہ کارت ہمگی قہقہہ بود ‏ وز رای تو در مملکت صد رہ بود
امروز درین قہقہہ با گریہ بساز ‏ کان قہقہہ را نتیجہ این قہقہہ بود

لطیفہ درویش دہلی ایک دفعہ ہرات میں گیا سلطان حسین اسوقت باغ میں مجلس کر رہا تھا درویش پانی کی موری میں سے پہونچا اور پوشیدہ کھڑا ہو گیا سلطان نے پوچھا تو کون ہے کہا کہ پانی ہوں سلطان نے کہا کہ پانی تو بہتا رہتا ہے کہا کہ جو تمکو دیکھا تو یخ بن گیا

تنبیہ عالمانہ مولانا مراد قزوینی نے مولانا احمد جیلانی کے حق میں کہا جو اسکی مجلس میں تعظیم کو نہ اٹھا

اے مولوی از کبر و نخوت گندہ ‏ ہر گہ کہ کند سلام بر تو بندہ
چندان حرکتی بکن کہ از روی قیاس ‏ معلوم شود کہ مردہ یا زندہ

لطیفہ۔ مسگ لوند اہالی قزوین سے ایک اسم با مسمی شخص تھا اور مسخرے پن سے شاہ عباس صفوی کی مجلس میں جانے لگا تھا ایک دن عیسی خان قورچی باشی اسکے دروازے پر سے گزرا اور اسکے صحن میں پہنچ گیا دروازہ کے ایک طرف کتا سو رہا تھا عیسی خان نے پوچھا کہ یہ کتا کیا منصب رکھتا ہے کہا قورچی باشی ہے ۔

۲۳۔ ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱۷	سوانح عمری۔ راؤ جیت سی بیکانیر با تصویر۔	/۲
۱۸	" راؤ کلیان مل "	/۲
۱۹	کارنامہ نوآئین یعنی تقویم مؤید المورخین۔	/۸
۲۰	لطائف ہندی اسم با مسمی	/۱۳
۲۱	لطائف الظرفا۔	/۳
۲۲	ترجمہ راج پرستی۔ تواریخ میواڑ۔	/۵
۲۳	تواریخ سروہی۔ ملک مارواڑ۔	/عہ
۲۴	افتخار التواریخ۔ یعنی ترجمہ امیرنامہ باضافہ مضامین مفیدہ و حواشی بسیطہ حاوی۔	/سے
۲۵	سوانح عمری امیر الدولہ امیر الملک نواب محمد امیر خان بہادر شمشیر جنگ بانی ریاست ٹونک	/سے
۲۶	ہون ہار بالک حصہ اول و دوم۔	/۲
	کتب ہندی	
۲۷	بھولول۔ مارواڑی مع لغت	/۶

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۲۸	مہارانا اودے سنگھ مع تصویر	/۴
۲۹	مہارانا پرتاپ سنگھ	/۴
۳۰	سوانح عمری۔ راؤ مالدیو رئیس اعظم مارواڑ مع تصویر۔	/۱
۳۱	روٹھی رانی اور ان کی بیٹیاں	/۶
۳۲	سوانح عمری۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کلاں مارواڑ۔	/۲
۳۳	مغل بنس۔	/۲
۳۴	ہون ہار بالک سبھاگ	/۸
۳۵	سوانح عمری سورداس جی	/۴
۳۶	راجہ بیربر کا جیون چرتر و راجہ بھارت ...	/۶
	ہندی کلام و سوانح عمری	۱۲
	کتب مصنفہ منشی لچھمن لعل بہجت والد ماجد مؤلف	
۳۸	بھگت مال منظوم۔	/عہ
۳۹	دیوان بہجت۔	/۸
	کتب مصنفہ منشی کشمیر پرشاد اختر خلف مرحوم مصنف	

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	تضمین بے بہا۔ اُستادون کے غزلون پر تخمس۔	۳/
	متفرقات	
۴	ڈکراستھا دنین	۵/
۴	سیر نادر حالات دربار دہلی ۱۹۰۹ء مطبوعہ مطبع یوسفی	عہ/
۴	صحیفۂ زرین آئین ہندوستان کے والیان ملک و مشاہیر عظام و خطاب یافتہ صاحبان کی سوانحعمری و تصویرین مندرج ہین یادگاری ایڈیشن جلد دو مجلد جیر می و مطلا۔	وصفحات عہ ربا
۴	ایضاً پاپولر ایڈیشن مجلد پارچہ	وصفحات ربا
۴	تاریخ دربار تاجپوشی ۱۹۰۳ء کے دہلی دربار کے مفصل حالات روانگی جلوس سے آخر تک درج ہین۔	وصفحات ربا
۴	تاریخ راج بلرامپور یہ ایک بہت بڑی ریاست اودھ کے ضلع گونڈہ مین واقع ہے اسمین اسکے مفصل حالات مندرج ہین مجلد۔	للعہ/ر

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۴۷	سفر تبت حالات ملک تبت کاغذ عمدہ چھاپہ نہایت نفیس جلد خوشنما۔	بلاتصاویر عہ/ر
۴۸	تزک شاہنشاہی یعنے سوانحعمری ملک معظم ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند و انگلینڈ کے مفصل حالات ابتدا سے پیدائش سے زمانہ انتقال تک کاغذ گندہ۔	عہ/ر
۴۹	ایضاً حسب مراتب بالا کاغذ رسمی۔	۱۲/ر
۵۰	ترجمہ تاریخ فرشتہ کامل دو جلدین۔	للعہ/ر
۵۱	ارشاد الملوک ترجمہ اسپیچ لارڈ لینسڈون صاحب بہادر۔	۷/ر
۵۲	ایضاً ترجمہ بزبان اُردو جلد اول اسپیچ لارڈ کرزن صاحب بہادر بالقابہ نواب گورنر جنرل کشور ہند۔	عہ/ر
۵۳	ایضاً جلد دوم۔	عہ/ر
۵۴	ایضاً جلد سوم۔	۸/ر
۵۵	ترجمہ کارنامہ کالون صاحب مشتمل بر سہ حصہ۔	عہ/ر
۵۶	تاریخ بغاوت ہند مسمی بہ محاربۂ عظیم	عہ/ر ۴/ر